

التحقیق



یادگار بارہ شہدائے جھجھ (جھوجھ) قبیلہ، موضع شہیدانوالہ پرانا نام (موجودہ بھائی کے لال چند) تحصیل دیپال پور ضلع اوکاڑہ، پاکستان

جھجھ قبیلہ عربی النسل ہے۔ اس قبیلے کے بہت سے افراد شہید بھڑاچ سالار مسعود غازی (ش: ۴۲۴ھ) کے لشکر کے

ہمراہ جہاد ہند میں شریک ہوئے۔ یادگار ہذا اسی قبیلہ کے بارہ شہداء کی ہے جو سالار مسعود غازی کے

لشکر میں شامل تھے اور اس جگہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

تعمیر نو:۔ جنوری ۲۰۱۲۔ زبیر احمد گلزاری

تصنیف لطیف

منشی نجیب اللہ خان

مختار ورنیس: موضع اکبر پور ضلع بلند شہر

ترتیب و مقدمہ

زبیر احمد گلزاری

کتاب: رسالہ التحقیق (مخطوطہ)
تالیف: منشی نجیب اللہ خان جھوچھہ
مرتب: زبیر احمد گلزاری جھوچھہ
سال اشاعت: ۲۰۱۳ء
تعداد: ۵۰۰
ناشر: اولیس عمیر گلزاری، اسلام آباد

ملنے کا پتہ:

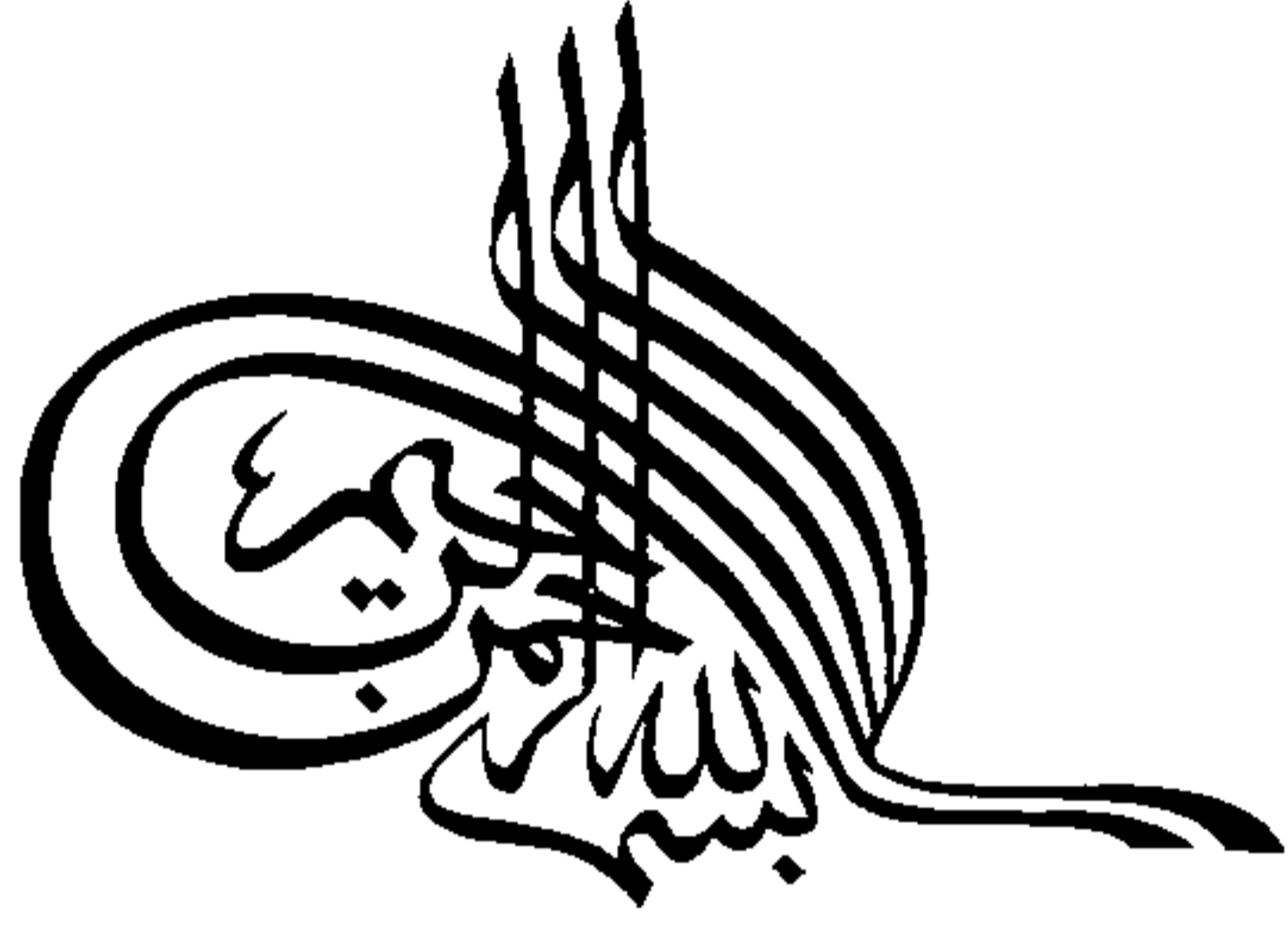
گلزاری ایسوسی ایٹس: 464، گلی نمبر: 63، G-9/4، اسلام آباد

رابطہ: 0092-300-8549927

صفحہ	عنوان	فہرست
۵	نسب کے متعلق قرآن پاک اور احادیث	
۶	انتساب	
۷	بیاد	
۸-۱۱	حرف آغاز از سید منصور عاقل صاحب	
۱۲	حساب دوستان از سید طارق محمود صاحب	
۱۳-۲۳	رسالہ تحقیق ایک نظر میں از ڈاکٹر جمیل قلندر صاحب	
۲۴-۳۳	مقدمہ: زبیر احمد گلزاری	
۳۶-۴۸	دیباچہ اور رسالہ تحقیق آسان اردو میں	
۴۹	حواشی از مؤلف	
۵۰-۵۳	منشی نجیب اللہ خان اور رسالہ تحقیق	
۵۴-۵۶	منشی نجیب اللہ خان کی شخصیت	
۵۷-۷۱	رسالہ تحقیق پر تبصرہ: زبیر احمد گلزاری	
۷۲-۷۳	(ا) کیا جھوجھہ راج پوت ہیں؟	
۷۴-۷۹	(ب) عمومی طور پر جھوجھہ کو کیوں	
۸۰-۸۱	راجپوت تصور کیا جاتا رہا؟	
۸۲-۸۵	(ج) جھوجھہ عربی النسل ہیں	
	(د) لفظ کھوکھر کی حقیقت	
	(ر) لفظ چغتائی کی حقیقت	



	فہرست
۸۶-۸۷	(س) کیا جھوجھ ترک ہیں؟
۸۸-۹۱	(ص) بھٹینی یا بھٹی قبیلہ
۹۲-۹۳	(ط) قبیلہ جھوجھ اور بخارا
	(ع) کتاب سلطان الشہد میں جھوجھ
۹۴-۱۰۵A	مواد پر تبصرہ
۱۰۶-۱۰۷	اختتامیہ
	ضمیمہ: ہلالی پرچم کے تحت ہونے
۱۰۸-۱۰۹	والے معرکے کے Crescentade
۱۱۰-۱۱۱	حوالہ و حواشی
۱۱۲	کتابیات
۱۱۳-۱۱۴	عکس ہائے حوالہ جات
۱۱۵	i- میرے والد صاحب کا قریشی ہونے کا ثبوت
	ii- بارہ شہدا جھجھ (جھوجھ) قبیلہ کا مزار،
۱۱۶	موضع شہیدانوالہ، دیپاپور ضلع اوکاڑہ
۱۱۷	iii- جھجھ قبیلہ دیپاپور کا محکمہ مال کا بندوبست ۱۸۷۱ء
۱۱۸-۱۱۹	دیپاچہ از شمیم عالم خان
	عکس اصل متن، تحقیق خط شکستہ
	نقشہ راہ گذر سید سالار مسعود غازی اور جھوجھ
۱۳۰	قبیلہ کا اسی راہ گذر پر اب تک آباد ہونا



قرآن پاک

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ
فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ط

ترجمہ: پکارو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے یہ بات زیادہ منصفانہ ہے اللہ کے نزدیک
، پھر اگر نہ جانتے ہو تم ان کے باپوں کو تو وہ تمہارے بھائی ہیں دین کے لحاظ سے اور
تمہارے رفیق ہیں۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 5)

احادیث مبارکہ

حدیث نمبر 1:

تعلموا من انسابکم ماتصیلون بہ ارحامکم

ترجمہ: اپنے نسب سیکھو کہ تم تقاضائے رشتہ داری سے عہدہ براہو سکو۔

(ترمذی، مسند احمد)

حدیث نمبر 2:

من ادعی الی غیر ابیہ وهو یعلم أنه غیر ابیہ فالجنة علیہ حرام

ترجمہ: جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا جب کہ وہ جانتا ہو

کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔

(مسلم حدیث نمبر 222)

انتساب

منشی نجیب اللہ خان کے نام

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

میر تقی میر

بیاد

بڑے ابا جناب رشید احمد گلزاری (مرحوم)

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار تو ام
وگر کشادہ جینم گل بہار تو ام

حرف آغاز

مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی نسبی شناخت کے امین ہیں اور اس ورثہ کو نسلوں بعد نسلوں حقائق کی مستند صحت کے ساتھ منتقل کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ بجا کہ بنی نوع انسان ایک ناقابل تقسیم واحدہ ہے لیکن بے حساب قرونوں اور بے شمار صدیوں کے سفر میں انسانی معاشرہ کے ارتقائی عمل نے خاندانوں، قبیلوں اور برادریوں کی شکل میں ذیلی شناخت کے در بھی وا کر دیئے ہیں۔ البتہ اقوام کے جدید سیاسی و عمرانی تصور نے قوم کے اجزائے ترکیبی میں جغرافیہ کو بھی شامل کر دیا ہے۔ ملت واحد کا اسلامی تصور جغرافیائی حدود و قیود سے ماورا ہے اور یہی تصور وطنیت بھی ہے۔ اس دین مبین کی رو سے صرف تقویٰ، اعزاز و تفاخر کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

زیر نظر تصنیف کے مرتب و مدون اور تقریظ نگار جناب زبیر احمد گلزاری سے میرا تعارف ان کے برادر بزرگ جناب مقصود احمد گلزاری کا رہین منت ہے۔ جنہوں نے مجھے میجر رفیع الدین باور کی تالیف ”برن سے بنوں تک“ عنایت فرمائی چنانچہ برن کا لفظ ہی مجھے چونکا دینے کے لئے کافی تھا کہ یہ ہندوستان کے در الحکومت دہلی سے صرف پچاس یا ساٹھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور موجودہ بلند شہر کا تاریخی نام ہے جو اضلاع میرٹھ اور علی گڑھ کے درمیان ایک ضلع ہے جس میں سادات کی ایک مشہور

بستی ” گلاؤٹھی“ میرا مولد و منشاء ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دہلی سے میرٹھ بلند شہر اور علی گڑھ تک یہ تمام علاقہ میدان کارزار بنا رہا۔ اس سلسلہ میں انگریزوں کے خلاف قصبہ گلاؤٹھی میں ہونے والی زبردست مزاحمت پر تازہ تحقیق و شواہد پر مبنی میری ایک کتاب ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔ جس میں ضمناً قصبہ گلاؤٹھی اور اس کے مضافات میں آباد ”جھوجھ برادری“ کا بھی ذکر شامل تھا۔ جو زیر نظر کتاب ”تحقیق“ کے مدون زبیر احمد گلزاری کا موضوع بھی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”سیٹھ۔ گھٹا ولی اور مالا گڑھ کے علاوہ متعدد دیہات اور مواضع ایسے بھی تھے جو گلاؤٹھی کے ڈاک خانے پولیس سٹیشن اور ریلوے اسٹیشن سے وابستہ تھے ان میں اکثر کی معاشرتی خصوصیت یہ تھی کہ یہاں ایک ہی برادری کے لوگ کثرت سے آباد تھے۔ جنہیں ”جھوجھ برادری“ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ نہایت محنتی، جفاکش، ذہین اور ترقی پسند رجحانات کے حامل تھے۔ ان حضرات میں سے بیشتر نے مختلف شعبوں میں نمایاں حیثیت حاصل کی جبکہ جھوجھ برادری تعلیم سے دلی وابستگی کے سبب تیزی سے ترقی کرتی رہی۔“

گزشتہ برسوں میں علمی و ادبی تحقیق سے متعدد مقالات و کتب میری نظر سے گزرے ہیں اس میں شک نہیں کہ بامعنی اور نتیجہ خیز ریسرچ انتہائی کاوش اور جانکاہی کے بغیر ممکن نہیں لیکن میں حیران ہوں کہ گلزاری صاحب بہ اعتبار پیشہ انجینئر ہونے کے باوجود اور بنیادی مواد انتہائی ناکافی ہونے کے باوجود صرف مبہم سے چند اشارات و قرائن نیز سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی غیر مصدقہ روایات کی بنیاد پر وہ نتائج حاصل کر لینے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو مربوط بھی ہیں معتبر بھی اور منطقی استدلال کے باعث

نا قابل تردید بھی۔ فاضل محقق نے اپنے کٹھن کام کی بنیاد بارہ صفحات پر مشتمل اس رسالہ سے کی جو خاندان کے ایک بزرگ جناب نجیب اللہ خان صاحب نے ۱۹۲۰ء میں تحریر کیا۔ ۱۹۳۰ء میں ان کے انتقال کے بعد مرحوم کے فرزند علیم الدین خان صاحب نے اس مخطوطہ کو ”التحقیق“ کا نام دیا اور شائع کرانے کا ارادہ کیا۔ لیکن یہ رسالہ حتمی ریسرچ پر مبنی نہیں تھا رسالہ کے مصنف نے جن معلومات تک رسائی حاصل کی ان کا انکشاف درج ذیل جملوں سے ہوتا ہے:-

”ایک قوم جنجوعہ ہے جس سر زمین ہند پر پندرہ سولہ صدی تک جنجوعہ راجپوت کے ممتاز لقب سے موسوم رہی تھی۔۔۔۔۔ آج وہی قوم جھوجھے کے غیر معروف لقب سے موسوم ہو کر کمشنری میرٹھ کی دوسری راجپوت اقوام کی نظروں میں ایک جملہ معترضہ بنی ہوئی ہے۔“

میں زبیر احمد گلزاری صاحب کی اس کاوش کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے فاضل بزرگ جناب نجیب اللہ خان کی تحقیقی بنیاد پر رکھی گئی ”خشت اول“ کو ایک عظیم الشان عمارت میں تبدیل کر دیا ہے اور اپنی اخلاص کیشی اور مثالی کاوش سے اپنی برادری کے تشخص اور شناخت پر جو مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اس کا اعتراف برادری کے ہر فرد پر لازم ہے۔ انہوں نے اپنی مفصل اضافی تحقیق کو جن اطراف میں وسعت دی ہے اس کا ثبوت ان نکات سے فراہم ہوتا ہے۔ جو انہوں نے میرے نام اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۱ دسمبر ۲۰۱۲ء میں بیان کئے ہیں۔

☆ یو۔ پی (انڈیا) میں اس قبیلہ کی تاریخ پر کوئی کام نہ ہونا۔

☆ جھوجھ قبیلہ کا یو۔ پی (انڈیا) Out of Box جائے بغیر اس کی تاریخ کا پتہ نہ چلنا۔

☆ پاکستان میں اس قبیلہ کا مستند حوالہ یعنی بندوبست ۱۸۷۱ء میں دیہ پاپور ضلع اوکاڑہ میں اندراج ہونا کہ یہ ایک عربی النسل قبیلہ ہے۔

☆ دیہ پاپور میں شہدائے قبیلہ کے تقریباً ایک ہزار سال پرانے مزار کا موجود ہونا۔

☆ جھوجھ قبیلہ کا ”شہید بہرائچ“ سالار مسعود غازی کے ساتھ غزنی سے آمد کا پایہ ثبوت تک پہنچنا اور اس قبیلہ سے محقق کا افغانستان میں ذاتی رابطہ ہونے پر مزید شواہد حاصل کرنا۔

☆ ملا نجیب اللہ خان کے رسالہ ”التحقیق“ میں مذکورہ اس روایت کا پایہ ثبوت تک پہنچنا کہ اس قبیلہ کے بزرگ غزنی سے یہاں آئے اور افغانستان میں عربی النسل جاہلی کہلائے وغیرہ

مجھے یقین ہے کہ اس تحقیق کے منظر عام پر آ جانے کے بعد ”جھوجھ برادری کے جنجوعہ راجپوت“ نہ ہونے پر کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہے گا۔
بہترین دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ۔

سید منصور عاقل

اسلام آباد۔

۳ فروری ۲۰۱۳ء

حساب دوستان

ہم تا بہ ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں
ہم مصطفوی مصطفوی مصطفوی ہیں

اس قحط الرجال میں جب کہ ہم من حیث القوم دنیا میں اپنی خود متعین کردہ
بے راہ روی کی وجہ سے بے حال ہوتے جا رہے ہیں کچھ لوگ اپنی جہد مسلسل سے
ایسے بے مثال کام انجام دے رہے ہیں کہ جس کی مثال تحقیق کے میدان میں بھی
گاہے بہ گاہے ہی نظر آتی ہے۔

زبیر احمد گلزاری صاحب کی شخصیت کا سب سے اہم پہلو ان کی سیماب
صفت صلاحیت ہے۔ پارہ اپنے وجود کو جس بے چینی سے سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے جدا
کرنے سے ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور پھر ملانے سے اپنی اصل میں مل جاتا ہے۔
باوصف گلزاری صاحب نے اپنے قبیلہ کے وجود کو دوبارہ جوڑ کر یک جان کر دیا ہے۔
اس راہ میں انہوں نے جو تکالیف اٹھائیں۔ اپنے اور غیروں کے سوالات کے جواب
دیئے۔ خندہ پیشانی سے محقق حضرات کے لئے تحقیقی مواد مہیا کیا اور پھر جس جگہ کا
حوالہ دیا اُس کے لئے سفر کرتے رہے۔ گلزاری صاحب اُمید کی کرن دکھا رہے ہیں۔
قابل صد تحسین ہیں کہ وہ اپنے بعد آنے والوں کے لئے اپنا حصہ ڈال کر جا رہے
ہیں۔

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغِ آخرِ شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اُجالا ہے
دعا گو

سید طارق محمود کراچی

رسالہ تحقیق ایک نظر میں

بقلم: ڈاکٹر محمد جمیل قلندر

تاریخ ایک قوم کا حافظہ ہوتی ہے۔ انگریزی کا یہ قول جو تقریباً کہاوت بن کر سچائی کا ایک گنجینہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اور جسے ہم اپنی طالب علمی کے زمانے میں اکثر سنتے اور سنا تے تھے کہ تاریخ کے بغیر علم و فن سیاست بلا جذور (roots) ہے، اور علم و فن سیاست کے بغیر تاریخ بلا ثمر (fruits) ہے۔ یہ اُس انگریزی قول کا ہم نے اُردو ترجمہ کیا ہے، جس میں ”ثمر“ (جو عربی کا لفظ ہے) ثمر کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں: کھجور۔

تاریخ دراصل زمانے (time) کی کوکھ سے جنم لیتی ہے، اور زمانے کے بارے میں حکیم مشرق علامہ اقبال کی حکیمانہ رائے یہ ہے کہ وہ ایک خارجی حقیقت (reality) ہے۔ جبکہ حکماء اور فلسفیوں کی اکثریت کی رائے میں زمانہ محض گردش لیل و نہار کی پیمائش سے عبارت ہے، جسے انسانی فکر ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے ایک مدت کے روپ میں درک کرتی ہے، جیسا کہ علامہ اقبال کے مرشد روحانی حکیم جلال الدین رومی نے انسانی فکر کے اسی تجزیاتی انداز (Analytic mode) کی طرف اشارہ کیا ہے:-

فکرت از ماضی و مستقبل بُود

چون ازین دُورست مشکل حل شود

یعنی تمہاری سوچ ماضی اور مستقبل کی تقسیم میں اسیر ہے۔ جب وہ ان دونوں سے چھٹ

جاتی ہے تو مشکل حل ہو جاتی ہے۔

علامہ اقبال نے اس تجزیاتی روش کو یوں بیان کیا:-

باز با پیمانہ لیل و نہار

فکر تو پیو و طول روز گار

یعنی تمہاری فکر نے زمانے کے پھیلاؤ کو گردشِ لیل و نہار کے پیمانے سے ناپنے کا

مغالطہ کیا ہے۔

میرے والد بزرگوار الحاج حافظ محمد سرور جو گرام ایجنسی کے ایک مشہور و معروف دینی عالم اور روحانی پیشوا تھے، ان کے ”مریدین“ کی ایک اچھی خاصی تعداد تھی، جو افغانستان اور خیبر پختونخواہ کے دور، دراز علاقوں اور اندرونِ پنجاب تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان مریدوں میں منگل، مقبل، طوری، بنگش، اور پاڑہ چمکنی کے قبائل کے علاوہ زیرِ بحث حاجی قبیلے کے لوگ سرِ فہرست تھے۔ جن کے پاس تقسیم ہندو پاک سے پہلے پاڑہ چنار کے اندر ان کے زیرِ اہتمام جامع مسجد میں ہندو مرد اور عورتیں دمِ دُرود کے لئے آتی تھیں اور جن کی وفات حسرت آیات پر شیعہ سنی اور عیسائی سب لوگوں نے اپنا کاروبار بند کیا اور جب تک وہ زندہ رہے انہوں نے شیعہ سنی فسادات نہیں ہونے دیئے۔

عبدالاحد بہار جن کا تعلق افغانستان سے تھا۔ گورنمنٹ کالج پاڑہ چنار سے انٹر میڈیٹ سے لیکر پشاور یونیورسٹی سے ایم۔ اے تک کے تعلیمی سفر میں میرے ہم سفر رہے۔ عبدالاحد بہار افغانستان، ایران اور ماورالنہر کی تاریخ اور خاص کر قبائل کے بارے میں حیرت انگیز معلومات رکھتے تھے ایک مرتبہ برسبیل تذکرہ مختلف قبائل کے ذکر کے ضمن میں حاجی قبیلہ کے بارے میں بتایا کہ لفظ ”حاجی“ ”حاجی“ کی شکل مقلوب ہے۔ اس اعتبار سے اس کے معنی ہیں ایک جگہ سے دوسرے جگہ نقل مکانی کا قصد کرنے والے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ یہ لوگ جو اصلاً قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور جزیرہ عرب سے آئے ہیں۔

والد بزرگوار کے عقیدت مندوں اور مریدوں میں حاجی قبیلہ کے نامی گرامی اور سربر آوردہ خاندانوں میں سے سردار حاجی اور شیر حاجی (دونوں بھائی) اور ولی مرجان اور سید مرجان (دونوں بھائی) سرفہرست ہیں۔ جن میں سے جناب سید مرجان صاحب جن کی عمر اُس وقت ۹۵ سال ہے اُن سے ملنے ۱۶ فروری ۲۰۱۳ء کو میں اور گلزاری صاحب پشاور گئے انہوں نے اور جناب حاجی ولی مرجان صاحب مرحوم کے صاحبزادے نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ وہ عرب کے قریش ہیں، اور ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ اس ضمن میں حاجی قوم کے بارے میں ایک کتاب شجروں سمیت گلزاری صاحب کو فراہم کریں گے۔ اس طرح یہ بات کہ ہندوستان کے جھوجھ، پنجاب پاکستان کے جھجھ اور افغانستان کے حاجی کا عرب کے ایک ہی قبیلے یعنی قریش سے تعلق ہے، پایہ ثبوت تک پہنچ رہی ہے۔

افغانستان سے موسم سرما میں والد بزرگوار کے ایک عقیدتمند بزرگ آیا کرتے تھے۔ نہایت خوش پوش پوسٹین میں ملبوس، سنہری سُرخ مائل گھنی داڑھی اور زلفیں، جن سے مُشک اور لونگ کی مہک آتی تھی۔ یہ جوان بزرگ ”صوفی صاحب“ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ اپنے ساتھ افغانستان سے دیسی آٹے، دودھ، خالص گھی، اور مصری کے آمیزے پر مشتمل پکی ہوئی کیک نما روٹی لاتے تھے۔ جسے میں بڑے شوق سے کھاتا۔ یہ روٹی مدت پڑی خراب نہیں ہوتی تھی۔ یہ صوفی صاحب بھی حاجی تھے۔

پاڑہ چنار کے اندر والد بزرگوار کے زیر اہتمام و انتظام جامع مسجد میں ایک بزرگ مستقل طور پر فردکش تھے۔ جو ”ملا جندل“ کے نام سے مشہور تھے۔ وہ گویا والد بزرگوار کے حواریوں میں سے تھے۔ وہ بھی ضلع حاجی میدان کے حاجی تھے۔ سفید داڑھی، نورانی چہرہ اور عجیب و غریب ملکوتی حلیہ، جسے دیکھ کر اُن پر کسی اور دنیا کی مخلوق کا شبہ ہوتا تھا۔ والد بزرگوار کی زندگی میں شادیاں کر کے یہ اپنے آبائی وطن حاجی میدان لوٹ گئے تھے۔ جہاں سے وہ باقاعدہ آیا کرتے تھے۔ بعد میں انقلاب زمانہ کے ہاتھوں ہجرت کر کے اپنی دو

بیگمات کے ساتھ ٹل کے علاقے ”دوآبہ“ میں رہنے لگے تھے۔ جہاں سے وہ میرے پاس اسلام آباد آیا کرتے تھے۔

قصہ مختصر یہ کہ حاجی قبیلہ کے افراد کی عقیدت و ارادت میرے والد بزرگوار کے ساتھ اور ان کے بعد میرے ساتھ برابر وابستہ رہی، اور جواب تک جاری و ساری ہے۔

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ دوست عزیزم چودھری مشتاق احمد جو اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں اور احباب کے دلوں کی دھڑکن ہیں، ان کی معرفت فیصل آباد کے ایک روحانی بزرگ اچانک میری زندگی میں آئے، جنہیں سب قبلہ عبد الباری صاحب کے نام سے جانتے ہیں۔ اور جو پشاور یونیورسٹی کے انجینئرنگ کالج کے بانی اور سابق پرنسپل اور خیبر پختونخواہ میں ہومیو پیتھک طریقہء علاج کے ماہر و رائج کنندہ اور ابدال وقت جناب پروفیسر عبید اللہ درانی صاحب کے خاص الخاص مصاحبین میں سے ایک ہیں، اور جن کے سینے میں جناب قبلہ درانی صاحب کے بارے میں نایاب معلومات محفوظ ہیں، جنہیں برآمد کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

عبد الباری صاحب کی عمر مبارک ان کے بقول ۹۵ سال کے پھیرے میں ہے۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم علی گڑھ یونیورسٹی کے بی۔ اے ہیں اور قائد اعظم کے ساتھ ایک گروپ فوٹو میں بھی شامل ہیں اور الحمد للہ، سبحان اللہ، ماشاء اللہ اب تک چاک و چوبند اور صحتمند ہیں۔ بینائی بھی ٹھیک ٹھاک ہے یہ بھی دراصل حاجی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

جناب قبلہ عبد الباری صاحب کے زیر اہتمام یہاں اسلام آباد میں ان کے صاحبزادگان کے گھر میں یکے بعد دیگرے ان کے روحانی مُرشد و مُربی حضرت مخدوم خواجہ علاؤ الدین صاحب کلیری کے سالانہ عرس کی محافل منعقد ہوتی رہی ہیں، جن میں ایک شخصیت آکر چُپ چاپ بیٹھی رہتی تھی۔ ان محافل میں کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ شخصیت اپنے اندر بال کی کھال نکالنے والا ایک مؤرخ اور تجزیہ نگار محقق چھپائے بیٹھی ہے۔ یہ تھے میرے

دوست محترم جناب زبیر احمد گلزاری۔ جو جناب قبلہ عبدالباری صاحب کے بھتیجے اور داماد ہیں۔ ان کے والد ماجد قبلہ ابوالحسن گلزاری صاحب قدس سرہ جو جناب قبلہ عبدالباری صاحب سے ۱۴ سال بڑے تھے۔ ان کی طبیعت پر جذب و حال کا غلبہ تھا، جبکہ جناب قبلہ عبدالباری صاحب کی زندگی میں ہوش، صحو اور علمی تحقیق و تدقیق غالب ہے۔

جناب زبیر احمد گلزاری صاحب نے خاموشی میں اپنی تاریخ دانی اور تجزیہ نگاری کے یکے بعد دیگرے تین دھماکے کر کے سب کو تین Surprises دیئے ہیں۔ جو سن اشاعت کے اعتبار سے بالترتیب (۱) شیخ حلیم چشتی مسعودی مدنی انصاری اور بارہ شہدائے دیپالپور، (۱۰-۱۱ ساون جولائی ۲۰۱۰) (۲) مرآة مسعودی، نسخہ جھوجھہ“ (تالیف شیخ عبدالرحمان چشتی علوی) کا اردو ترجمہ مع تحقیق و تدوین (جولائی ۲۰۱۱) اور (۳) منشی نجیب اللہ خان مختار و رئیس موضع اکبر پور ضلع بلند شہر کی تصنیف لطیف ”التحقیق“ کی شرح اور تعارفی تقدیم و ترتیب“ (۲۰۱۳) کے عناوین سے منظر عام پر آئے۔ فاضل مؤلف و محقق جناب زبیر احمد گلزاری صاحب کے یہ تاریخی اور تدوینی و تحقیقی کارنامے میرے علم میں نہ آتے، اور میں ان سے محروم رہتا، اگر لاہور (صوابی، خیبر پختونخواہ) کے ۹۵ سالہ سفید ریش بزرگ و طبیب حاذق اور معلم مشفق غوثِ وقت حکیم میر سید بخاری کی حیرت انگیز تاریخی معلومات سے لبریز کتاب ”لاہور، تاریخ کے آئینے میں“ پر میری مختصر سی تقریظ ان (گلزاری صاحب) کی نظر سے نہ گزرتی، اور عزیزم جناب احمد علی طوری صاحب حاجی قبیلہ کے حوالے سے میرا اور میرے والد بزرگوار کا ذکر ان سے نہ کرتے۔ اور یہ بھی ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ حضرت قبلہ حکیم میر سید بخاری صاحب ہمارے ”گھریلو“ معالج و محسن اور جناب زبیر احمد گلزاری صاحب کے سکول کے زمانے کے استاذ رہے ہیں۔

ایک شام یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (HEC) کے سابق سیکرٹری اور محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے سیکرٹریٹ کے ”شکایات سیل“ کے سابق سربراہ اور سیہون شریف کے مخدوم

حضرت لال شہباز قلندر کبریا کے طالب و منظور نظر حضرت قبلہ احمد علی قریشی سیہوانی کے گھر حضرت قلندر کبریا کے تذکار مبارک کی محفل معمولاً برپا تھی، جس میں حضرت قبلہ حکیم میر سید بخاری صاحب بھی دوسرے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ان سے گفتگو کے دوران ”غوث“ کی شناختی کا موضوع زیر بحث آیا تو انہوں نے جھٹ سے اپنی شلواری کا دائیاں پانچہ اوپر سر کا کے اپنی دائیں ران پر ایک گول سا سرخ نشان ہمیں دکھایا، اور فرمایا کہ غوث کی یہ نشانی ہے کہ اس کی دائیں ران پر اس قسم کا نشان ہوتا ہے۔

طب و حکمت، علم و معرفت اور تاریخی تحقیق و تدقیق کے میدان میں حضرت قبلہ میر سید بخاری صاحب کے تجارب و مشاہدات اور معلومات کے ما حاصل کے تذکرے کے لئے کم از کم ایک الگ مجلد چاہیے، اور جس کا عشر عشر وہ اپنی کتاب ”لاہور تاریخ کے آئینے میں“ کے اندر بطور رشتہ اول پیش کر سکے ہیں جبکہ حیرت انگیز تحقیقات کا بڑا خزانہ جس کا دفینہ ان کے سینے میں محفوظ تھا، اور جو پر تولنے اور نکلنے کے لئے بے تاب تھا، اُسے منظر عام پر لانے کے لئے مہلت نہ مل سکی۔ اُن کی مذکورہ بالا کتاب پر میری تقریظ ہی وہ مہمیز تھی، جس نے جناب زبیر گلزاری صاحب کو اپنے مذکورہ تدوینی و تحقیقی کارنامے میرے سامنے لائے جانے کی تحریک دی۔ ویسے تو یہ تینوں کارنامے ایسے ہیں کہ اس بات کے متقاضی اور مستحق ہیں کہ ان پر الگ الگ تقریظ لکھ دی جائے۔ کیونکہ ہر ایک کارنامہ بزبان حال کہتا ہے کہ ”جا اینجا است“ یہ سہ بعدی تدوینی و تحقیقی کاوش اگر جناب زبیر احمد گلزاری مغرب کی کسی یونیورسٹی کو پیش کرتے تو مجھے یقین ہے کہ اس پر انہیں نہ صرف ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل جاتی بلکہ انہیں وہاں وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے لیکچرز دینے بلایا جاتا۔

زیر نظر کتاب (التحقیق) جس کا اصل مسودہ، جو اس کے فاضل مصنف منشی نجیب اللہ صاحب کے فرزند مولوی علیم الدین خان بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی کے قلم سے فنی اعتبار سے نہایت پختہ اور خوبصورت خطِ شکستہ (نستعلیق) میں صرف ۱۲ صفحات پر لکھا گیا ہے

۔ اسے جناب زبیر احمد گلزاری صاحب نے ”خرابی و تلاشِ بسیار“ کے بعد حاصل کر لیا ہے، اور اس پر تبویب اور ترتیب نو کے ساتھ ۸۰ صفحات کا مقدمہ کم و بیش ۴۰ مصادر و ما آخذ کو کنگھال کر لکھا ہے۔

فاضل مؤلف جناب زبیر گلزاری صاحب کی زیر نظر تالیف اس سوال کے جواب کی ایک محققانہ کوشش ہے کہ ”آخر جھو جھو برادری کا پس منظر کیا ہے؟“ جو بالآخر اس مفروضے (hypothesis) کے اثبات پر منتج ہوئی کہ جھو جھو برادری اصلاً عربی النسل اور قریشی ہیں۔ اسی کدوکاوش کے دوران ان کو افغانستان میں اپنے قبیلہ جاجی کا بھی جو اصلاً عربی النسل قریشی ہیں، سراغ ملا۔ جس کی طرف رسالہ تحقیق میں اشارہ موجود ہے۔

یہ محققانہ کوشش کیا ہے؟ یہ دراصل فاضل مؤلف جناب زبیر احمد گلزاری صاحب کی شبانہ روز کی عرق ریزی، چھان بین، تلاش و تحقیق کی کدوکاوش کی ایک داستان ہے، جس میں ان کی عمر عزیز کے پورے چالیس سال صرف ہوئے۔ یہ چالیس سالہ چلہ دراصل ایک تجسس سے شروع ہوا۔ جس نے فاضل مؤلف کو بیس سال کی عمر میں اپنی طرف کھینچ لیا۔ بلکہ یوں بھینچ لیا کہ انہیں سانس لینے نہیں دیا۔ اور ”جس نے عشق کا سبق یاد کیا، اُسے چھٹی نہیں ملی“ کے مصداق اسے ستانے نہیں دیا۔

اس ضمن میں ان کا رہوار تلاش و تحقیق نے مجرد سینہ بہ سینہ روایات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مستند و معتبر مصادر و ماخذ کھنگالنے کے علاوہ محکمہ مال کے کاغذات اور دستاویزات کی جانچ پڑتال کی حد تک گیا۔ یہ تلاش و تحقیق ایک ”جنون“ کی کہانی ہے، جو ہر بڑے کارنامے کے پیچھے کار فرما رہتا ہے۔ اس طرح کے جنون کے بارے میں حکیم مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ:-

۔۔۔ سچ تو ہے بے جنون ذوفنونِ کارے نکر

اس جنون ذوفنون کا نفسیاتی تجزیہ (Psychoanalysis) کئی عوامل کی نشان دہی کرتا

ہے، جن میں سرفہرست جناب زبیر احمد گلزاری صاحب کی اپنے والدین، اور خاص کر اپنے والد ماجد حضرت ابوالحسن گلزاری صاحب قدسی سرہ کی ذات و شخصیت کے ساتھ بے پناہ ارادت و عقیدت اور عشق و محبت ہے، جو اس شفقت اور پیار کا فطری اور منطقی نتیجہ ہے۔ جس کی ایک جھلک انہوں نے ان کے آسمانِ رحمت کے زیر سایہ، ان کی ہستی کے کوہِ طور پر دیکھی اور پھر رہتی عمر تک ان کی روح بچے کی طرح ان کی آغوشِ شفقت و محبت کے لئے تڑپتی اور بلکتی رہی اور شاید انہیں اس بات کا افسوس ہے کہ اپنے والد ماجد کی بھرپور خدمت کرنے کے باوجود وہ ان کی ”پہچان“ اس نہج پر نہیں کروا سکے ہیں، جس کے وہ مستحق ہیں اور چونکہ انہوں نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے کہ ”ہم عرب سے آئے ہیں“ اور محکمہ نظامتِ تعلیم پنجاب لاہور کی صادر کردہ اپنی بڑی ہمشیرہ صاحبہ کی ڈل کی سند میں دیکھا کہ ان کے والد ماجد کے نام کے ساتھ ”قریشی“ لکھا ہوا ہے، جو بعد میں بغیر کسی ظاہری وجہ کے نجانے کیوں ترک کیا گیا۔ لہذا والد ماجد کی محبت اور تصریح کا تقاضا ہے کہ اس ”اثبات“ اور ”ترک“ کے معما کی گرہ کشائی کی جائے اور اپنی اصل تک رسائی حاصل کی جائے کہ بقول حکیم جلال الدین رومی:-

ہر کسے کو شد جدا از اصل خویش

باز جوید روز گارِ وصل خویش

(یعنی: جو کوئی اپنی اصل سے جدا ہوا، وہ دوبارہ اس سے جڑ جانے کا لمحہ ڈھونڈتا پھرتا

ہے)۔ فاضل مولف جناب زبیر احمد گلزاری صاحب نے اس تلاش و تحقیق کے سفر پر نکل کر قدیم و جدید نایاب کتب اور دستاویزات کا معتد بہ ذخیرہ جمع کیا۔ اور اپنی تحقیق میں حوالہ جاتی، داراساتی (Survey of Literature)، دستاویزی، استقرائی، تاریخی، تنقیدی، لسانیاتی، اور وصفی و بیانی آٹھوں طریقوں کو جمع کر کے ان سے کام لیا۔ خاص کر لسانیاتی طریقہ، تحقیق کے استعمال کے ضمن میں انہوں نے لفظ ”جھوجھ“ کے مادے (root) اور اشتقاق

(derivation) کی روشنی میں اس کے معانی کے تعین کے سلسلے میں عربی کے کئی معاجم اور توامیس تک کی ورق گردانی کی۔ یہاں تک کہ اس کی عربی اصل ”جھا جاء“ تک پہنچ گئے، جو عربی زبان و ادب کے صوتیاتی و لسانیاتی تحول و تبدل کے قاعدے کی رو سے لفظ ”جھوجھ“ کے زیادہ قریب ہے۔ بلکہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہی اس کی اصل ہے۔

لسانیاتی تحول و تبدل (Linguistic Transformation) کے قاعدے کے مطابق جب کسی مصدری زبان (Source Language) کا لفظ کسی ہدفی زبان (Target Language) میں در آتا ہے تو موخر الذکر زبان کے صوتیاتی نظام (Phonetic System) کے تقاضے کے زیر اثر اس کے تلفظ کی تبدیلی سے اس کی شکل و صورت اور ہیئت کذائی بدل جاتی ہے۔ مثلاً قرآن حکیم کے لفظ یا جوج و ماجوج انگریزی میں گوگ اینڈ میگوگ (Gog and Megog) اور سنسکرت میں کوک اور میکوک ہو گئے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے درمیان میں ایک حد تک صوتی و صوری اشتراک موجود ہے۔ اس طرح ”آم“ کو انگریزی میں مینگو (Mango) اور عربی میں ”مانجو“ کہتے ہیں۔ جبکہ ”جبل الطارق“ کا لفظ انگریزی میں جبرالٹر بن کر یکسر بدل گیا ہے۔ اس کے باوجود اس میں ”ج ب ر“ کی تکرار اپنی اصل کی بازگشت اور وجہ شناخت ہے۔

عربی اور پشتو میں اسی قاعدے کی رو سے حروف علت (vowels) ایک دوسرے میں بدلنے والے عناصر (Interchangable elements) ہوتے ہیں۔ مثلاً یوسفزئی کی (کتابی نصابی) پشتو کے لب و لہجے میں مونبز / مونگ (we) کا لفظ پشتو کے دوسرے لہجوں میں مو، موژ، میژ جیسے تلفظ کے تحولات سے گزرتا ہے۔

اس ضمن میں جناب منشی نجیب اللہ خان مختار و رئیس: موضع اکبر پور بلند شہر کی تصنیف لطیف التحقیق کے صفحہ ۴۹ پر ”حواشی از مولف“ کے عنوان کے نیچے ان کی تحریر کے حاشیے نہایت قابل غور ہیں، جنہیں پڑھ کر میں چونک اٹھا ہوں۔

۱۔ جب یہ تحقیق کیا جاتا ہے تو برہما اور پاربتی ہی آدم و حوا ثابت ہوتے ہیں۔ صرف الفاظ اور بیانات کا ہیر پھیر معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح نوح اور منو کے متعلق جب تحقیق کیا جائے تو نوح اور منو ایک ہی نکلیں گے۔ اس میں بھی زبان کے فرق کے ساتھ صرف بیانات ہی کا ہیر پھیر ہے۔

۲۔ کتب سماوی یا صحائف آسمانی جنہیں کتب الہامی کے لقب سے منسوب کیا گیا ہے وہ سناتن دھرم کے وید اور دھرم شاستر ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی بائبل، اہل اسلام کا قرآن مجید فرقانِ حمید۔

ان مختصر حاشیوں میں فاضل مصنف بہت کچھ کہہ گئے ہیں۔ جس کے پیش نظر ایک متجسس اور متلاشی حق قاری کے دل میں خود بخود یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا فاضل مصنف جناب منشی نجیب اللہ خان نے اس موضوع پر کوئی مستقل تحقیقی کتاب لکھ چھوڑی ہے؟ اگر نہیں تو دل میں حسرت کی یہ لہر دوڑتی ہے کہ اے کاش! وہ اس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے۔ مذکورہ بالا حاشیوں کے اندر ان کے اندازِ فکر، اور خاص کر ان کے رسالہ تحقیق کے اسلوبِ بیان و استدلال سے اس بات کا اندازہ ہوا ہے کہ ان کا مطالعہ اور دائرہ تحقیق کتنا وسیع و عمیق تھا، اور اس بنا پر وہ کتنا کچھ لکھنے کی صلاحیت و استعداد رکھتے تھے مگر افسوس کہ وہ ایسا نہ کر پائے۔

اس طرح پاک و ہند کی زبانوں میں ”جھوجھ“ کا لفظ مختلف لسانیاتی تحولات سے دوچار ہوا ہے۔ مگر یہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ کس مصدری زبان (source language) سے در آیا ہے کہ جس سے اصل قبیلے / قوم کا تعین کیا جاسکے؟

لسانی و نسلی و سماجی (ethnics) عادات و اطوار اور شکل و صورت اور دینی روایات و کلچر کے اعتبار سے جھوجھ برادری ایک ایسے مخصوص عربی قبیلے کی صدائے بازگشت دکھائی دیتی ہے، جو (قبیلہ) عربوں میں ایسا ہے، جیسے ہندوؤں میں برہمن، برہمن ایک خوبصورت، بہادر، مہم جو، اور شاہانہ نسل ہونے اور سومنات وغیرہ جیسے مندر کے محافظ ہونے کے ساتھ

ساتھ وید جیسی مقدس اور سُر، تال اور پُر اسرار احوال پر مشتمل بھجوں سے لبریز کتاب کے امین السِّر (Secretary) ہیں۔ اس اعتبار سے برہمن ہندوؤں کے بنی ہاشم ہیں، جو ملت ابراہیمی کے علمبردارِ حُفَاء اور خانہ کعبہ کے سادھو (سدنہ) ہیں۔

یہاں یہ بات نہایت دلچسپی کی حامل اور قابلِ غور ہے کہ عصرِ حاضر کے بعض جید علماء اور محققین کے نزدیک (برہمن) ابراہام / ابراہیم کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ اُن کی یہ تحقیق اور میرے اپنے مقالے ”ہندوستان میں انبیاءِ رُسل اور رُسلین کی آمد“ کے بُیادی مفروضے (thesis) کو ذہن میں رکھ کر جب زیرِ تبصرہ کتاب التحقیق کے اندر فاضل مصنف نسی نجیب اللہ خان کے مذکور بالا حاشیوں پر نظر پڑی تو میں چونک اُٹھا۔ اور جب فاضل تجزیہ نگار جناب زبیر احمد گلزاری کی اسی تصنیف میں یہ تعلق (Commentry) پڑھی تو میری آتشِ شوق کے اندر گُل و گلزار کا سماں پیدا ہوا۔

”پاکستان میں ضلع اوکاڑہ تحصیل دیپالپور میں جو جھوٹے تقریباً تیرہ قصبوں میں رہتے ہیں اور ان قصبوں میں تمام افراد کا تعلق جھوٹے قوم سے ہے اور وہاں جھوٹے قوم کے بارہ شہداء بھی مدفون ہیں، ان کے ۱۸۷۱ء کے بندوبست میں وہ عربی النسل ہیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالبؑ سے شجرہ بھی موجود ہے۔“

کیا عجیب ہے کہ جناب زبیر احمد گلزاری صاحب کی تحقیق اینق کے ماحصل کو سمجھ کر اور اُسے اپنے دل و دماغ اور روح میں اُتار کر باقی ماندہ ”جھوٹے برادری“ بھی اپنے اصلی جدِ امجد کو پہچان لے یعنی حضرت عقیل بن ابی طالبؑ کو، اور اس مشہور کہاوت کے مصداق کہ ”صبح کا بھولا اگر شام گھر آجائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے“۔

اے رب! این آرزوئے من چہ خوش است!

بقلم: ڈاکٹر محمد جمیل قلندر

مقدمہ

از زبیر احمد گلزاری

میں بیس سال کا تھا جب مجھے اس تجسس نے اپنی اور کھینچ لیا کہ آخر جھوٹے برادری کا پس منظر کیا ہے؟ اس کہنہ کی ٹوہ میں آج تک سرگرداں ہوں۔ دراصل برصغیر میں آباد اقوام کے بارے میں حقائق تک پہنچنا نہایت جان کاہی کا کام ہے۔ خیر! میرے سامنے روایات کا ڈھیر تھا، والد صاحب بتاتے تھے کہ ہم عرب سے آئے ہیں اور میری بڑی ہمشیرہ کی نڈل کی سند جو ۱۹۵۵ء میں محکمہ نظامت تعلیم پنجاب لاہور سے جاری ہوئی والد صاحب کے نام کے ساتھ قریشی لکھا ہوا ہے لیکن بعد میں اس کو متروک کر دیا اور اپنے بچپن کے زمانہ میں، ان سے عربی النسل اور قریشی ہونے کے دعویٰ کا پس منظر اور بعد میں اس سے دستبرداری کی وجہ نہ معلوم کر پایا۔

آج کئی سالوں کی تحقیق کے بعد میرا گمان ہے کہ ہمارے بزرگوں کے دعویٰ کی بنیاد تو سینہ بہ سینہ روایات تھیں اور دستبرداری کی وجہ مستند دلائل و شواہد کا ہاتھ نہ آنا تھا جو ان کی غیر جانبدارانہ بالغ نظری کی دلیل ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اپنا آبائی علاقہ، گھربار، زمین چھوڑ کر ایک نئی دنیا آباد کرنے کا جذبہ، آبائی وطن سے دوری کا دکھ، ہجرت اور اس سے منسلک مسائل نئے ماحول میں معاشی اور سماجی ضروریات، بچوں کی تعلیم اور نہ جانے کتنے اور مسائل کہ جن کے ساتھ برس پر پیکار رہے ہوں گے اب ایسے میں اتنا وقت کہاں تھا کہ اپنے خاندان کی تاریخ کا سراغ لگاتے اور مضبوط شواہد کو یکجا

کرنے کے بعد کسی نتیجے پر پہنچتے۔ گوکہ خاندان میں مختلف نظریات گردش کر رہے تھے مگر میجر رفیع الدین باور صاحب نے ”برن سے بنوں تک“ تالیف کر کے اس میں یہ نظریہ پیش کیا کہ جھوجھ قبیلہ دراصل جنجوعہ راج پوتوں کی ہی شاخ ہے۔ درحقیقت ان کا یہ نظریہ خاندان کے ایک بزرگ جناب نجیب اللہ خان کے قلمی رسالے ”التحقیق سے ماخوذ ہے۔ برادری ہی کے ایک اور بزرگ جناب شہاب الدین غوری نے ایک کتابچے ترک اور ان کے مورث اعلیٰ (سنجھل، جون ۱۹۸۱ء) میں جھوجھوں کو ترک قرار دے دیا۔

میجر باور کی کتاب کے آخر میں جناب نجیب اللہ خان کی قلمی تالیف کا عکس بھی شامل اشاعت تھا، ایک مدت تک انہی کی متعین کردہ راہوں پر ٹاک ٹوئیاں مارتا رہا۔ اس دوران سینکڑوں منابع نظر سے گزرے، ضلعی گزیٹیر کا مطالعہ کیا۔ انگریزوں کی تحقیقات کا حال دیکھا، شجرے جانچے، مردم شماری کی رپورٹیں اور محکمہ مال کے کاغذات دیکھے اور آج اتنے سالوں کی عرق ریزی کے بعد اس پوزیشن میں ہوں کہ اب میرے سامنے قبیلہ کا تاریخی پس منظر مستند شواہد اور مضبوط دلائل کی روشنی میں بالکل واضح ہے۔ میں اپنی عمر بھر کی تحقیق کا ماہی حاصل اپنی آنے والی کتاب ”تاریخ جھوجھ“ میں پیش کروں گا۔

میں یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ والد صاحب کا میری ہمشیرہ کی سند میں قریشی لکھوانا، اس وقت ثبوت کے درجہ پر پہنچ گیا جب دیپالپور میں جھوجھ قبیلہ ایک ہزار سال کے وقفہ کے بعد دریافت ہونے پر اپریل ۲۰۱۰ء میں ملک محمد دین جھجھ سے میری ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ بھی قریشی ہاشمی ہیں۔ یعنی والد صاحب کے قریشی ہونے کی روایت کی تصدیق ایک ہزار سال سے پچھڑے ہوئے جھوجھ قبیلہ سے دیپالپور کے علاقہ سے ہوئی ان کا جھوجھ ہونا اور عرب سے آنا ان کے محکمہ مال کے بندوبست ۱۸۷۱ء سے مصدقہ تحریری طور پر ثابت ہے۔

رسالہ ”التحقیق“ اس حوالے سے نہایت اہم ہے کہ جھوجھ قبیلہ کی تاریخ کے بارے

میں یہ پہلی باضابطہ تحریری کاوش ہے جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی تھی، اگرچہ اس کا عکس برن سے بنوں تک میں شائع ہو گیا تھا لیکن وہ نہایت مدہم تھا اور اسے پڑھنے میں بہت سی مشکلات حائل تھیں۔ مؤلف سے لے کر جناب شمیم عالم خان تک سب اسے شائع کرانا چاہتے تھے مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ رسالہ تحقیق کن وجوہات کی بنا پر شائع نہ ہو سکا۔ اب یہ سعادت راقم الحروف کے حصے میں آرہی ہے ”این سعادت بزورِ بازو نیست“۔ میں نورالعلیم اور شمیم الدین صاحبان کا بہت شکر گزار رہوں کہ انہوں نے مخطوطہ کا بہت صاف عکس بنوا کر روانہ کیا بلکہ مزید ضروری معلومات بھی فراہم کیں۔

جھوجھ تاریخ کو سمجھنے کی خاطر ہمیں اُس زمانہ کے حالات پر ایک نظر ڈالنا ہوگی ان کی تاریخ کو وقت کے لحاظ سے جانچنے کے لئے ہمیں آج سے ایک ہزار سال پہلے کے حالات کو مد نظر رکھنا ہوگا۔ برصغیر ہند میں اسلام کی پہلی سندھ میں محمد بن قاسم کے ذریعے سے ۷۱۲ء میں ہوئی جو سندھ اور ملتان تک محدود رہی۔ اس کے تقریباً ۲۸۲ سال بعد سبکتگین نے ۹۹۴ء میں پشاور پر قبضہ کیا اور وہیں جو کہ پرانا لاہور دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع ہے وہاں تک آیا اور اس کے بعد غزنوی خاندان کے ذریعے اسلامی لشکر آنے شروع ہوئے اور غزنوی حکومت لاہور (راوی) میں ۱۰۲۱ء میں قائم ہوئی جو ۱۱۸۶ء تک رہی۔

سالار مسعود غازی غزنویوں کے دور میں ہند آئے اور سلطان محمود غزنوی کے بیٹے سلطان مسعود غزنوی کے دور میں ۱۰۳۴ء میں بہرائچ میں شہید ہو گئے۔ جھوجھ قبیلہ جو بنو ہاشم ہیں عرب سے بنو امیہ اور بنو عباس کی حکومت کے دوران ہجرت پر مجبور ہوئے۔ اور افغانستان آ گئے۔ اور صوبہ پکتیہ، خوست اور گرم ایجنسی میں رہائش پذیر

ہوئے اور پھر غزنی سے سالار مسعود غازی کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد ہند میں شامل ہو گئے۔

سالار مسعود غازی کی بہراج میں ۱۰۳۴ء میں شہادت کے بعد مرکزیت ختم ہو گئی۔ اور اس وقت تک کوئی اسلامی حکومت ہند میں نہ تھی جو ان کی مدد کرتی اور اس طرح وہ دشمنوں کے نرغے میں بغیر کسی امداد اور مرکزیت کے رہ گئے۔ جو علاقے فتح ہو گئے تھے اس میں سے کچھ واپس چھین لیے گئے اور جان و مال کی ظاہری حفاظت بھی کرنے والے یہ خود ہی تھے اور توکل علی اللہ۔ لیکن انہوں نے سب جبر و ستم جھیلے لیکن اپنے مذہب کو نہ چھوڑا اور یہی چیز ایسی ہے کہ جھوٹے قبیلے کے لئے فضیلت والی ہے اور اللہ کی دین ہے۔ دراصل محمود غزنوی کا قنوج فتح کرنا تاریخ سے ثابت ہے لیکن اس سے اگلے علاقہ میں سوائے سالار مسعود غازی کے کوئی بھی نہ گیا تھا۔ ہاں ان کی شہادت کے بعد سلطان مسعود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی افواج کا بنارس جانے کا ذکر ملتا ہے۔ پہلی اسلامی حکومت جو دہلی میں قائم ہوئی وہ ۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک کی تھی جبکہ سالار مسعود غازی کا لشکر ۱۰۳۰ء میں ہند آیا اور یہ وقفہ پونے دو سو سال کا ہے اس طرح جھوٹے قبیلہ کو اس عرصہ میں کسی اسلامی حکومت کی چھتری میسر نہ تھی۔

دراصل سالار مسعود غازی کا لشکر ہلالی پرچم کے تحت تبلیغ اسلام کی خاطر ہند آیا جس کی مثال ان سے پہلے محمد بن قاسم کی سندھ اور ملتان کی فتح ہے اور ان کے بعد کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ اسلامی لشکر آئے تو، لیکن وہ حصول حکومت کے لیے آئے۔ جب کہ صوفیاء اکرام نے اس وقت زبردست تبلیغ کا کام انجام دیا تاریخ کی ہم عصر کتابوں میں سالار مسعود غازی کا ذکر نہیں ملتا۔ ہاں عوام کے دلوں میں خواہ وہ مسلمان رہے یا

ہندو، روایتیں موجود ہیں۔ اصل میں سالار مسعود غازی نے عوام کے دلوں پر تاریخ لکھی اور اظہار ذات کے لئے کسی کتابی شکل میں تاریخ موجود نہ ہے۔ عبدالرحمن چشتی نے مرات مسعودی آپ کی شہادت کے تقریباً چھ سو سال بعد تحریر کی اور انہوں نے ملا محمد غزنوی کی تاریخ محمودی سے کچھ باتیں ماخوذ کیں لیکن تاریخ محمودی اب نہیں ملتی صرف تاریخ فیروز شاہی از ضیا الدین برنی کی کتاب کا اردو ترجمہ از ڈاکٹر سید معین الحق جو کہ اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۹ء پر مال لاہور نے شائع کی، کے صفحہ نمبر ۶۶۰ پر اس طرح ذکر آتا ہے کہ ”سلطان محمد تغلق کو تاریخ محمودی اچھی طرح یاد تھی۔“ اس کتاب کی تلاش ہنوز جاری ہے۔ اب جب کہ سالار مسعود غازی کے متعلق ہی کوئی تاریخ ہم عصر زمانے کی نہیں ملتی تو ان کے ساتھ آئے قبیلہ جھوجھ کی تاریخ ڈھونڈنی ایک مشکل کام ہے۔ جن کو روایتوں سے اور زمینی حقائق سے تلاش کرنا ہوگا۔

میرے پاس اس کا زمینی ثبوت ان کے ساتھ آئے ہوئے بارہ شہید جھوجھ ہیں جنکا موضع شہید انوالہ، تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ پاکستان میں مزار موجود ہے۔ بابا عبدالعلیم چشتی مسعودی جو کہ مدنی انصاری تھے، ان کی امارت میں لشکر سالار مسعود غازی کے ساتھ تھے اور شہید ہو گئے۔

تاریخ فیروز شاہی از ضیا الدین برنی، تاریخ فرشتہ از محمد قاسم فرشتہ، تاریخ سبکتگین از ابوالفضل العتبی، طبقات ناصری از منہاج سراج، تاریخ ہند از ابوریحان البیرونی، تاریخ یمنی از ابونصر محمد بن الجبار العتبی، اور اس طرح کی بعد کی تاریخوں میں سالار مسعود غازی کی تاریخ کا تفصیلی ذکر تو نہیں ہے۔ ہاں سلطان محمد تغلق کا (ابن بطوطہ

کے ساتھ) بہرائچ میں سالار مسعود غازی کی زیارت کا ذکر تاریخ فیروز شاہی کے ترجمہ کے صفحہ نمبر ۶۹۸ء اور ۶۹۹ء پر ہوا ہے اور اسی طرح تاریخ فرشتہ از محمد قاسم فرشتہ ترجمہ عبدالحی خواجہ، پبلشر شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، حیدرآباد کراچی کے صفحہ نمبر ۴۴۱ جلد اول پر سلطان محمد تغلق کے بارے میں لکھا ہے کہ:-

”اور سپہ سالار مسعود غازی کے مقبرہ کی زیارت کی۔ حضرت مسعود، سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے اور آل محمود کے عہد حکومت میں غیر مسلموں کے ہاتھوں جام شہادت پیا۔ بادشاہ نے سپہ سالار کے مزار اقدس پر نذر چڑھائی اور خانقاہ مسعودی کے مجاروں کو مالا مال کیا، یہ واقع سالار مسعود غازی کی شہادت کے تقریباً تین سو سال بعد کا ہے۔

اس دور میں سب تاریخیں صرف حکومتی بادشاہوں کے گرد ہی گھومتی ہیں علاقائی حالات اور اقوام کا احاطہ ان میں نہ ہے اب اس صورت میں سالار مسعود کی شہادت سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کی شخصیت کے وجود سے۔ ہاں انکی تفصیلی تاریخ کا کتابی شکل میں کافی عرصہ تک نہ پایا جانا بھی ایک حقیقت ہے اور ان کے شہادت کے رتبے کے آگے، اگر سلطان محمود غزنوی یا سلطان مسعود غزنوی سے ان کے کچھ خاندانی اختلافات رہے بھی ہوں، تو وہ بیچ ہیں کیونکہ شہادت کا رتبہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور قرآن مجید میں بھی شہدا کا ذکر اعزاز کے ساتھ موجود ہے۔

جیسا ذکر ہے کہ ملیح آباد میں مال اور انٹ کے قلعے جن پر فتح کے بعد جھوٹے وہاں قبضہ کر چکے تھے بعد میں ان کے قبضہ سے نکل گئے اور ایسے زمانے کی گردش دیکھنا

پڑی کہ اپنا جان و مال کفرستان میں بچانا مشکل ہو گیا لیکن اس قبیلے نے اپنے مذہب کو استقامت کے ساتھ سینے سے لگائے رکھا۔ جس کی تبلیغ کی خاطر یہ یہاں آئے تھے۔ اس ابتلا کے زمانے میں ان کو اپنی نسبی شناخت تک بھی چھپانا پڑی، جس کی اجازت شریعت نے کفرستان میں رہنے والوں کے لئے دی ہے۔ عربی لفظ تَقِيَّة جس کا لغوی مطلب ہے کہ ”وہ راز جو دل میں رکھا جائے اور کسی کے خوف سے ظاہر نہ کیا جائے“۔ کے تحت اپنے آپ کو کہیں راجپوت، کہیں شیخ اور کہیں خان اور نہ جانے کیا کیا کہلوایا اور آہستہ آہستہ ان کی تاریخ معدوم ہوتی گئی لیکن وہ لوگ قابلِ تعریف ہیں جنہوں نے جھوجھ نام نہ چھوڑا اور ایسا ہوا کہ نام تو رہ گیا لیکن تاریخ معدوم ہو گئی۔

میں اپنے قبیلے کے قاریوں، تاریخ دانوں اور دانش وروں سے درخواست کرتا ہوں کہ جب وہ جھوجھ تاریخ پر نظر ڈالیں تو ان حالات کو مد نظر رکھیں کہ یہ وہ اولین قبیلہ ہے جو جہاد کی خاطر ہند آیا، یہ عربی النسل ہیں اور بنو ہاشم ہیں اور ان کے معلوم بارہ شہدا کے مزارات ایک ہزار سال پہلے کے موجود ہیں۔ اور یہ قبیلہ وہ نہ ہے جو کہ ہند میں کسی اسلامی حکومت کے دور میں آیا ہو اور اسلامی حکومت نے ان کو یہاں آباد کرنے میں مدد کی ہو اور علاقے دیکر آباد کر دیا ہو۔ جیسا کہ ہوتا رہا۔

کسی علاقے سے کوچ کر کے کسی دوسرے علاقے میں چلے جانے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہے۔

(۱) مذہب کی خاطر (اسلامی نقطہ نظر سے اس کو ہجرت کا نام دیا جاتا ہے)۔

(۲) کسی بیماری کا پھیلنا مثلاً طاعون۔

(۳) زمین کا دریا برد ہو جانا۔

(۴) کسی دشمن سے مغلوب ہو کر علاقہ چھوڑنا۔

(۵) خشک سالی کی وجہ سے قحط ہو جانا۔

(۶) کسی قوم کے فرد کا دوسرے علاقے میں حکمران بن جانا اور قوم کے لوگوں

کا وہاں پہنچ جانا۔

(۷) پرانے وقتوں میں شاداب علاقوں کی طرف کوچ کر جانا۔

جھوجھ قبیلہ ان مندرجہ بالا وجوہات میں سے کسی وجہ سے بھی ہند نہ آئے بلکہ دین محمدی کی تبلیغ کی خاطر ہند آئے۔ جھوجھ قبیلہ نے عرب سے افغانستان ہجرت کی کیونکہ حکومت وقت بنی ہاشم کی جانی دشمن تھی۔ یہ تھا وہ مقصد جس کی خاطر جھوجھ قبیلہ لشکر اسلام کے ساتھ آیا اور اس وقت آئے جبکہ اسلامی حکومت ہند میں نہ تھی اور صوفیہ اکرام کی بھی ہند میں آمد آمد تھی۔ یہ قبیلہ لشکر اسلام کے ساتھ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے لاہور آنے سے ۱۴ سال پہلے دیپاپور سے گزرا اور یہاں جہاد کرتے ہوئے ان کے بارہ جھجھ افراد شہید ہو گئے جبکہ ۱۱۲۰ افراد دشمنوں کے قتل ہو گئے۔ بارہ شہیدوں کا مزار اب تک موجود ہے اور علاقے کے لوگ اس واقعہ کو اب تک جانتے ہیں اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ دراصل وہ اسلامی قبائل، جنہوں نے ہند میں اسلامی حکومت یعنی شہاب الدین غوری (شہادت ۱۲۰۶ء) کے بعد مستقل حکومت دہلی میں قائم ہونے کے بعد ہند ہجرت کی، ان میں اور جھوجھ قبیلہ کا ۱۰۳۰ء میں یہاں اولین وقت میں آنے اور ایک مقصد اعلیٰ کے ساتھ آنے میں بنیادی فرق ہے۔

اب مختصراً جھوجھ لفظ کے ماخذ پر قارئین کی توجہ دلاتا ہوں۔ عربی زبان میں لفظ ”جھجھہ“ ہے جس کا مطلب السید الکریم یعنی سردار یا بڑا آدمی ہے۔ یاد رہے کہ

السید الکریم ایک لغوی مطلب ہے اور اس کا تعلق سید نسب سے نہ ہے جو کہ سادات کے لیے مختص ہے۔ یہ لفظ عورت کے لیے نہیں بولا جاتا چونکہ یہ لفظ لڑائی وغیرہ کے لیے ہوتا ہے۔ اس لفظ کے مطلب کے لیے مندرجہ ذیل عربی ڈکشنریاں دیکھیے۔

۱۔ المعجم فی لهجات الفصحی (الدكتور داؤد سلوم كلية الآداب.

جامعة بغداد) ص ۹۲

۲۔ المعجم الوسيط، ص ۱۴۲

۳۔ لسان العرب المجلد الثانی، ص ۴۲۰

۴۔ المختار من صحاح اللغة، ص ۶۹

لہذا میری قاری سے درخواست ہے کہ جھوجھ تاریخ سمجھنے کے لئے مندرجہ بالا حقائق کو مد نظر رکھے۔

حسن نواز شاہ صاحب (نڑالی شریف/تخصیل گوجرخان) خصوصی شکر یہ کے مستحق ہیں کہ اس کی ترتیب سے اشاعت تک انہوں نے بہت معاونت کی اور مفید مشاورت سے بھی نوازا۔ اسی طرح سید طارق محمود صاحب (کراچی) اور ملک محمد دین جھجھ صاحب (بکہ جھجھ/تخصیل دیپال پور)، ڈاکٹر جمیل قلندر صاحب (اسلام آباد) کا بھی بہت احسان مند ہوں کہ ان حضرات نے مجھ سے بہت شفقت فرمائی اور ہمہ وقت دعاؤں اور حوصلہ افزائی سے نوازتے رہتے ہیں۔ نیز سید حسن جاوید (کراچی) کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے کئی تصحیحات سے نوازا۔

میں جناب محترم سید منصور عاقل صاحب ایم اے پولیٹیکل سائنس، ایم اے تاریخ جو حکومت پاکستان کے مختلف ڈیپارٹمنٹس یعنی ڈائریکٹر جنرل وفاقی محتسب

دوسرے اعلیٰ منصبوں پر تعینات رہے۔ پاکستان کے علمی اور ادبی حلقوں میں شاعر اور ادیب کی حیثیت سے جانی پہچانی شخصیت ہیں اور آج کل سہ ماہی میگزین ”الاقربا“ اسلام آباد کے صدر نشین ہیں۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے بلند شہر کی جھوجھ برادری کا ذکر اپنی کتاب گلاوٹھی (1998ء) میں کیا اور اب اس مخطوطہ التحقیق کے مصنف جناب نجیب اللہ خان صاحب اور ان کی اولاد سے واقفیت ہوتے ہوئے ”حرف آغاز“ تحریر فرمایا۔ میں ممنون ہوں۔

میں جناب محترم ڈاکٹر حامد آفاق قریشی اہل تصدیقی صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی تاریخ کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے میرے ابتدائی مسودہ پر تحریری تبصرہ سے مجھے نوازا۔

میں گلزاری ایسوسی ایٹس کے کارکنان کا بھی بہت ممنون ہوں کہ وہ ہمیشہ اپنے دفتری فرائض کے ساتھ میرے تحقیقی کاموں میں بھی معاونت کرتے ہیں، بالخصوص عزیز محمد فیروز کا بھی شکر گزار ہوں کہ وہ بھی بہت کاوش کرتے ہیں

میں اپنی شریک حیات اور اہل خانہ کا بھی بہت ممنون ہوں کہ وہ کبھی بھی میرے ان تحقیقی منصوبوں میں حائل نہیں ہوئے اور ہمیشہ خندہ پیشانی سے اپنے اوقات کو میرے کاموں کی نذر کیا۔ خدا ان سب کو جزاء عطا کرے۔

مخلص

زبیر احمد گلزاری

00923008549927

مسودہ تحقیق

آسان اردو میں

خط شکستہ صفحہ ۱۱۸ سے ۱۲۹

رسالہ

التحقیق

تصنیف لطیف

غشی نجیب خان

مختار و رئیس: موضع اکبر پور ضلع بلند شہر [1]

c

دیباچہ

میرے والد مرحوم و مغفور چودھری نجیب خان ایک مدت تک اپنی قوم کی اصلاح اور تعلیم کی فکر میں رہے اور اس کے خواہاں و جوہیاں رہے کہ میری قوم کی ایک انجمن بن جائے اور یہ تحقیق ہو جائے کہ ہم راج پوت تو کہلواتے ہیں لیکن ہیں کس شاخ سے، ہمارا نسب کس راج پوت خاندان سے ملتا ہے؟

جویندہ یا بندہ میرے والد مرحوم کو تو اپنی قوم کی اصلاح اور تحقیقات کا ایک عرصہ تک خیال و ملال رہا تھا۔ آخر ایک زمانہ آ کر انہیں کچھ معلومات بہم پہنچ گئیں اور وہ بہت خوش ہوتے تھے اور مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ اب ہم ایک رسالہ لکھیں گے اور مجھے معلوم تھا کہ وہ قوم کے متعلق کچھ تحقیق کر چکے ہیں اور کوئی رسالہ لکھ بھی رہے ہیں کہ دفعتاً ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کے انتقال پر ملال کے بعد میں خود کو چنداں مطمئن نہ کر سکا قسم قسم کے افکار پیش آتے رہے، ایک روز خیال آنے پر یہ تحریر دیکھی تو میں بے حد خوش ہوا دل میں کہا کہ واقعی مرحوم اس کام کو انجام دے چکے تھے صرف اس کو چھپوا کر قوم تک پہنچانا باقی تھا۔ مرحوم اس رسالے کا کوئی نام تجویز نہ کر سکے تھے اب میں اپنی طرف سے اس رسالہ بے بہا تصنیف کا نام ”التحقیق“ رکھ کر شائع کراتا اور قوم کی نذر کرتا ہوں۔

خاکسار علیم الدین خان

بی. اے، ایل. ایل. بی

خلف: منشی نجیب خان مختار مرحوم [۲]

نوٹ: (۱) سے مراد حواشی ہیں جو صفحہ نمبر ۲۴ پر ہیں۔

[۲] سے مراد مخطوطہ کا صفحہ نمبر ہے جو صفحہ نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۹ تک ہے۔ گلزاری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والسلام على جميع الانبياء و المرسلين والصدّيقين والشهداء والصالحين و صل الله و على خاتم النبیین محمد و اهل بيته واصحابه اجمعين.

وقوله تعالى في كتاب المجيد قرآن حميد:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا. إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ. إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ. (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! پیدا کیا ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنا دیئے تمہارے خاندان اور ان کی شاخیں یعنی نسل اور گوت کہ شناخت کئے جاسکو، تحقیق ہمارے نزدیک معزز وہی ہے جو متقی ہو۔

اس ذاتِ وحدہ لا شریک، معبود یکتا، شہنشاہِ حقیقی، خلاقِ حقیقی، حکیمِ حقیقی، فلاسفرِ حقیقی، کے فلسفہ و حکمت پر غور فرمائیں کہ موجوداتِ عالم کو پیدا کر کے نسلِ انسانی کو ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت یعنی آدم و حوا، برہما پاربتی (۱) سے پیدا کیا۔ پھر ایک ہی نسلِ انسانی کو خاندانوں اور شاخوں پر تقسیم فرما دیا کہ اچھے برے نیک و بد، شریف و رذیل کا معیار قائم رہے اس معیار کے ساتھ ہی ساتھ دوسرا معیار شرافت، اتقا یعنی عصمت و طہارت قرار دے دیا۔ اس تقسیم اور اس معیار کے [۳] قائم کرنے میں ایک بڑا فلسفہ یہ ہے کہ اسی ایک نسلِ انسانی میں جب کوئی خاندان یا اس کی شاخ یعنی نسل یا اس کی گوت دنیا میں اپنے اعمالِ حسنہ اوصافِ پسندیدہ کے سبب دینی اور دنیاوی ترقی کے مدارج

طے کر کے، عروج و اقتدار حاصل کر کے دنیا میں عظمت و شہرت حاصل کر لیتا ہے وہی خاندان ممتاز بن جاتا ہے تو آخر کار ایسی شاخ یا خاندان کے نام لیوا رفتہ رفتہ اپنے عروج و ارتقاء کے زعم میں مغرور، خود پسند بن جاتے ہیں اور جو قوم یا خاندان یا کوئی شخص مغرور خود پسند بن گیا تو پھر ضروری ہے کہ وہ ظالم، بے درد، و نا انصاف اور بے عقل و بے بصارت بھی ہو جائے۔ کس واسطے؟ کہ غرور و خود پسندی میں نا انصافی، بیدردی، بے حمیتی اور ظلم کا مبداء ہیں۔

پس غرور و خود پسندی، ظلم و بے حمیتی، بے بصارتی، نا انصافی ہی وہ عیوب ہیں جو کسی صاحب عظمت و اقتدار خاندان کے نام لیواؤں کو رفتہ رفتہ دشمن خدا و دشمن بندگان خدا بنا دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قوم یا خاندان کی نسلی و خاندانی عظمت و شرافت، رزالت سے بدل جاتی ہے اور وہ نعمات الہی یعنی ایمان، حیا، حمیت، عصمت و طہارت، شجاعت، ریاست، حکومت، جو قدرت کاملہ سے اس قوم یا خاندان کو عطاء تھیں، اس سے سلب ہو کر کسی دوسری قوم کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں اور وہ خاندان یا قوم دائرہ رذائل میں آ کر ان نعمات سے محروم ہو کر زمانے کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

جب ہم قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت سورۃ البقرۃ سے لے کر [پارہ] عم یتساء لون تک کرتے ہیں اور بڑی بڑی قوموں کے عروج و زوال کے قصص و حکایات جو اس میں بیان فرمائے، پڑھتے ہیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے جو کچھ ہم نے بیان کیا۔ مثلاً ایک مقام پر فرمایا ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ. (الانبیاء: ۱۱)

ترجمہ: اور بہت سی بستیاں جن کے ساکن ظالم تھے، اجاڑ دی گئیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی ایک اور مقام پر فرماتا ہے: [۴]

فَاهْلِكُنْهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ. (الانعام: ۶)

ترجمہ: پس ان کے گناہوں نے انہیں ہلاک کیا اور ان کے بعد دوسرے اہل زمانہ پیدا کر دیے۔

یہ آیات امراء، رؤساء، مالکان ارضیات کے لیے سبق غیرت ہی نہیں بل کہ سبق تحفظ بھی ہیں ان آیات میں اور قوم یا اور اہل زمانہ سے مراد کوئی دوسری نسل نہیں ہے بل کہ اسی نسل آدم ہی میں بہترین سے بہترین قومیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور تا قیامت عالم موجودات میں پیدا ہوتی رہیں گی۔

بہر کیف کوئی صاحب حکومت و ریاست، معزز و مختار قوم یا خاندان، افعالِ قبیح، اعمالِ مذہومہ کے سبب تباہی و بربادی میں آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ یا بعد میں کسی اچھے گھرانے سے کوئی دوسری قوم خروج کرتی ہے جو اس گزر جانے والی قوم یا خاندان کی وارث و جانشین قرار پاتی ہے اسی سے مراد اور قوم ہے اور یہی قانونِ قدرتِ کاملہ ہے جو سلف سے جاری ہے اور یہی قاعدہ تابقائے نسل انسانی جاری رہے گا۔ کسی مٹ جانے والی قوم یا خاندان کے وارث و جانشین وہی قوم ہوگی جس میں اوصافِ اتقا [اور] صلاحیتیں موجود ہوں گی۔

اگر کوئی یہ سوال پیدا کرے کہ وہ قومیں یا وہ افراد انسانی بھی دنیا میں وارثِ تخت و تاج یا وارثِ قوم و ملک ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے اور ہو رہے ہیں جن میں اوصافِ اتقا قطعاً نہیں۔ جواب یہ ہے کہ گوان میں اوصافِ اتقا نہ ہوں لیکن مادہ صلاحیت و فراست ضرور ہوگا دوسری یہ کہ جب کوئی بڑی قوم ظالم بن جائے تو اس پر قدرتِ کاملہ ظالم حاکم مقرر کرتی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَكَذَلِكَ نُؤَيُّ بِبَعْضِ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا

اعلانیہ ایسی ہزار ہا مثالیں موجود ہیں اور یہ زندہ مثالیں ہنود، یہود، نصارا اور مسلمانوں میں ہمیشہ موجود رہیں اور یہی زندہ مثالیں موجود ہیں جن کی جگہ خالی چھوڑے دیتا ہوں

یا.....

ذات، پات یا نسلی امتیاز کا مسئلہ ایک نازک اور اہم مسئلہ ہے جس کا حل ہندوؤں، مسلم، عیسائی اہل علم و انصاف، اہل تحقیق ہی کر سکتے ہیں۔

پھر چوں کہ اسی مختصر اور مجمل رسالے میں ایک ایسی قوم کی ایک بیٹی ہوئی، مرجھائی ہوئی شاخ کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ جو سرزمین ہند کے مقنن اول منو کی اولاد کہلاتی ہے جو سورج بنسی، چندر بنسی کے معزز خطاب سے مشہور و معروف رہی ہے جس کی ایک مشہور نسل یادو بنسی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی یادو بنسی شاخ میں ایک قوم جنجوعہ ہے جو اسی سرزمین ہند پر پندرہ سولہ صدی تک جنجوعہ راج پوت کے ممتاز لقب سے موسوم رہی تھی لیکن انقلاب زمانہ اور بے علمی کے سبب آج وہی قوم جھوجھے کے غیر معروف لقب سے موسوم ہو کر کمشنری میرٹھ کی دوسری راج پوت اقوام کی نظروں میں ایک جملہ معترضہ بنی ہوئی ہے ہر چند اسی کمشنری میرٹھ میں بسنے والے تنوار، گہلوٹ، چوہان، پونڈیر، گور، بڈگوجر راج پوت، چھوکر، جیسوال برگلے بنیال ان راجپوتوں (جھوجھے) کو کچھ اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے لیکن جب کبھی جنجوعے راج پوتوں کا ذکر درمیان [میں] آتا ہے تو ناک بھون چڑھا کر، جھوجھے کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں لیکن یہ قوم اپنی حالت سے خود ایسی بے خبر ہوئی ہے کہ خود اپنے آپ کو جھوجھے ہی کہتی ہے اس قوم [کے] پرانے شخص سے کچھ پوچھا تو اس نے یہ کہا کہ:

”(ہمارے) بڑے گڑھ گجنی سے آئے کسی بادشاہ کی فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔

بادشاہ نے اس علاقہ میں وہ تمام گاؤں ہماری ہی قوم کو دے دیئے جہاں جہاں وہ آباد

ہیں اور ہمارے بڑے دلی کے بادشاہوں کی فوجوں میں ملازم تھے اور ہمیں کچھ خبر نہیں نہ ہمیں یہ خبر ہے کہ جھوجھ کیا ذات ہے سنتے آئے ہیں کہ راج پوت ہیں ہمارا کوئی مورث بڑا راجا ہوا ہے“ [۶]

عرصہ ہوا جب ایک صاحب نے مجھے یہ فقرہ بھی کہا تھا کہ ہم نے اپنے بڑوں سے یہ سنا ہے کہ بابر بادشاہ ہماری قوم کو اپنی فوج میں بھرتی کر کے لایا تھا اور یہ بھی سنا ہے کہ جو قوم بابر بادشاہ کے ہمراہ تھی وہ قوم ہماری تھی اس لیے ہم تین ہزاری کے لقب سے بھی پکارے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو راج پوت بھی کہتے ہیں بس اس سے آگے ہمیں کچھ خبر نہیں۔

میں خود اگرچہ اپنے بزرگوار سے سنتا آیا ہوں کہ ہم کھوکھر ہیں دوسرے بھٹینی اور جھوجھے، مگر یہ بات کوئی بڑا بزرگ بھی مجھے نہ بتلا سکا کہ کھوکھر کون ہیں بھٹینی اور جھوجھے کیا ہیں؟ گو میں کھوکھر ہوں مگر میرے رشتے ناطے اسی غیر معروف قوم جھوجھے ہی میں ہوتے آئے ہیں۔ کچھ عرصے سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ گو ہمارے کاغذات میں ہم راج پوت لکھے ہوئے ہیں مگر لفظ جھوجھ کیا معنی رکھتا ہے اور اس قوم کا نسلی، نسبی تعلق کس قوم سے ہے۔ دوسری ہمسایہ قومیں اس قوم کو کیوں بہ نظر حقارت دیکھتی ہیں؟

اسی خیال و فکر میں مبتلا رہتا تھا [کہ] فروری ۱۹۱۹ء میں پنڈراول کے مقام [پر] راج پوتوں کی ایک انجمن قائم ہوئی جس کا نام انجمن مسلم راج پوتان ہند رکھا گیا دو چار راج پوتوں نے مجھے اس انجمن کا ممبر بنا لیا کارکنان انجمن مذکور سے بھی راج پوتوں کے حسب نسب پر تبادلہ خیالات کیا تو وہ کسی امر میں بھی میرا اطمینان نہ کر سکے اور قوم جھوجھے کے متعلق تو اپنی عدم معلومات کا قطعی اعتراف کیا۔

آخر اسی خیال و فکر میں ایک ایسے ذی علم، ذی ہوش محترم بزرگ سے میری

ملاقات ہوگئی جو اس قسم کی معلومات میں کمال رکھتے ہیں ان کی تاریخی معلومات اور راج پوتی جذبات نے مجھے حیران کر دیا ان کی باتوں سے مجھے یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ انہی راج پوتی خیالات کی اشاعت کے لیے، وہ کمشنری میرٹھ کے راج پوتوں سے ملتے رہتے ہیں خصوصاً لال خانی روساء سے ملتے رہتے ہیں۔ وہ راج پوت اقوام کی شیرازہ بندی کی تکمیل کی غرض سے کوئی راج پوت کانفرنس باقاعدہ قائم کرانا چاہتے ہیں۔ مجھے ان کی باتوں سے یہ پتہ بھی چل گیا کہ ان کے آباؤ اجداد اسی کمشنری میرٹھ کے روساء میں سے تھے لیکن ۱۸۵۷ء [۷] کے انقلابی عذر نے منتشر اور پریشان کر دیا اور وہ بزرگوار اپنے خیالات اور جذبے کی حالت میں ان پر یہ زندگی بے خانماں رہ کر گذر رہی ہے لیکن انہیں نہ اپنی کسی شہرت کی خواہش معلوم ہوتی ہے نہ اپنی ناموری کی بل کہ اکثر اوقات بگڑ کر کہہ جاتے ہیں کہ میں مجبور ہو گیا ہوں ورنہ اپنا نام بھی لینا نہیں چاہتا تھا۔

میں نے ان سے مختلف راج پوت اقوام کے متعلق کچھ سوالات کئے تو مجھے ہر بات کا جواب اطمینان بخش دیا اور قومیت قدیمہ یا امتیاز نسلی و خاندانی کے متعلق کلام مجید کے دو چار نکات ایسے بتلا دیئے جن سے میری تشفی ہو گئی۔ جب میں نے کمشنری میرٹھ کے راج پوتوں کے ساتھ قوم جھوجھے کا ذکر کیا تو وہ بہت ہنسے آخر کہا کہ جس طرح اور بہت راج پوت خاندان دو سو سالہ انقلابات میں تباہ و برباد ہو ہو کر غیر معروف ہو گئے ایسے ہی یہ قوم جھوجھے بھی اپنی حالت سے بے خبر ہو کر غیر معروف ہو گئی ہوگی لیکن یہ قصور راج پوتوں کا ہے نہ دوسری تہذیب یافتہ قوموں کا، یہ تمام قصور قوم جھوجھے کا ہے ورنہ اب سے پانچ صدی پیشتر سے دو صدی پیشتر تک یہ ہی جھوجھے قوم جنجوعہ کے معزز لقب سے موسوم اور چغتائی خاندان کے بادشاہوں کی نظروں میں ایک ممتاز راج پوت قوم تھی۔

یہ وہی جنجوعہ راج پوت قوم ہے جس کا ذکر چغتائی خاندان کے چاند بابر نے اپنی

تُرک میں کیا ہے۔ دراصل بابر کمشنری راول پنڈی کے پہاڑی علاقوں سے جنجوعے راج پوتوں کو رسالوں میں بھرتی کر کے لایا اور ضلع سہارنپور سے ضلع بلندشہر تک اسی جنگجو بہادر جنجوعہ قوم کے رسالے کے رسالے قائم کر دیئے۔ تاکہ شمالی علاقہ سے کوئی دشمن دلی پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ جنجوعہ راج پوت بڑی بہادر ثابت قدم قوم تھی۔ جو محمود غزنوی کے حملوں کے زمانہ سے کمشنری راول پنڈی کے پہاڑوں میں ابھی تک آباد ہے۔ اب سے ڈیڑھ صدی پیشتر تک یہ قوم بڑے علاقے کی مالک رہی لیکن صوبہ پنجاب کے انقلاباتی عذر میں قوم جنجوعہ بالکل تباہ و برباد ہو کر رہ گئی اب اس قوم میں بہت کم مالک آراضی رؤسا ہیں ان کی گذراوقات فوجی ملازمت پر [۸] گذراوقات ہے یا سول ملازمت پر۔ لیکن کمشنری راول پنڈی میں جنجوعہ قوم اب بھی معزز و ممتاز سمجھی جاتی ہے۔

بہر کیف یہ قوم بگڑ کر جنجوعے سے جھوٹے بنی ہے یہ وہی قوم جنجوعہ ہے جس کا ذکر ظہیر الدین بابر نے اپنی ترک میں کیا اور اپنے ساتھ جنجوعے کے رسالے بھرتی کر کے دلی لایا تھا۔

مجھے ان ہی محترم بزرگوار نے ایک بھاٹ کا بھی پتہ دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ بھاٹ تمام سورج ہنسی، چندر ہنسی، یادو ہنسی خاندانوں کے حالات بتلائے گا۔ جب میں نے قوم جنجوعے کے حالات دریافت کئے تو مجھے اسی نساب نے لکھا کہ جنجوعہ راج پوت، یادو ہنسی راج پوت ہیں۔ راجا گج، جو یادو ہنسی نسل سے تھا۔ جو بکر ماجیت کا بازو ہوا ہے۔ جس نے غزنی یعنی گجی کے قلعوں کی بنیاد ڈالی تھی۔ راجا گج کے بعد اس کا بڑا بیٹا راجا سالباں تھا جس کی شادی دلی کے بادشاہ اننگ پال چتھورا کی شہزادی سے ہوئی تھی۔ راجا سالباں کے اس کے لطن سے جو دلی کے بادشاہ کی راجکماری تھی، یہ بیٹے پیدا ہوئے۔

جلتو، جنج، جگو، گنگو، رسالو، سالباں کی وفات کے بعد اس کا بڑا فرزند راجا جلتو

گجنی (غزنی) کا راجا ہوا اور راجانج دلی کے بادشاہ کی طرف سے اب سے سولہ سو سال پیشتر اس مقام پر گورنر ہو کر آیا تھا جسے آج تک لوگ ججیانہ کہتے ہیں۔ یہ ججیانہ دراصل کئی صدی تک راجانج ہی کی اولاد کا دارالقرار رہا لیکن جس زمانہ میں ہند پر محمود حملے کر رہا تھا اسی راجانج کی اولاد ججیانہ سے اٹھ کر کشنری راول پنڈی کے پہاڑی علاقوں میں حفاظتِ ہند کے لیے مقرر کی گئی لیکن چون کہ محمود نے اپنے حملوں میں اتنی کامیابی حاصل کر لی تھی کہ غزنی سے لاہور تک اس کی اولاد برسر حکومت تھی اسی زمانہ میں قوم ججیونہ مشرف باسلام ہو گئی تھی۔ چنانچہ جب بابر نے ہند پر حملہ کیا ہے۔ یہ قوم ججیونہ مسلمان ہی تھی اور بحالت اسلام ہی انکو اپنے رسالوں میں بھرتی کر کے لایا تھا۔ (۳)

راجانج کا بڑا بھائی راجا جگیتو جو تخت گجنی (غزنی) کا وارث تھا جس کی اولاد جگتائی کے لقب سے موسوم تھی جو مشرف اسلام ہونے پر چغتائی خاندان کے لقب سے موسوم ہوئی۔ بہر کیف راجانج اور راجا جگیتو راجا گج کے پوتے ہیں جو یادو ہنسی خون رکھتا تھا۔ بابر چون کہ یادو ہنسی خون رکھتا تھا اسی سلسلہ نسب سے متاثر ہو کر اس کے پوتے [۹] جلال الدین اکبر بادشاہ [مہا] ولی کی شادی..... اور راٹھوروں میں ہوئی اسی کشنری راول پنڈی میں راجا رسالو کی اولاد قوم بھی راجا ٹوانہ کے نام سے مشہور ہیں یہ گج کے سلسلہ نسب میں ہے ایک اور قوم سیال اور کھل نام سے اسی کشنری راول پنڈی میں آباد ہے دراصل یہ سیال اور کھل بھی راجا گج کے سلسلہ اولاد میں ہیں۔ ان کے مورث کرن اور سنگلہ ہوئے ہیں جو راجا گج کے فرزند اکبر راجا سا لباہن کے پوتے تھے۔ اس سلسلہ سے سیال اور کھل بھی یادو ہنسی راج پوت ہیں۔

ایک اور قوم جو دھڑ ہے جو اسی کشنری راول پنڈی میں ایک معزز زمیندار قوم تسلیم کی گئی ہے یہ قوم راجا جودہ کی نسل سے ہے یہ راجا جودہ بھی راجا سا لباہن کا پوتا تھا۔ اس

سلسلے سے جو ڈھربھی یاد دہنسی راج پوت ہیں۔ میرا منشا تمام ہند میں بسنے والوں کی تحقیقات نہیں نہ مجھ جیسا کم علم کم مایہ اس بات کی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ تمام راج پوت نسلوں اور خاندانوں کے حالات لکھ سکے۔ اس کے لیے تو بڑے علم اور بڑے دل، بڑے دماغ کی ضرورت ہے۔

گو مجھے ذات پر کوئی فخر نہیں اور نہ کوئی ذی علم و دانش صاحب معرفت شخص، ذات پر نازاں ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ انسان کی نجات عافیت اس کے اعمال حسنہ، افعال پسندیدہ پر منحصر ہے اور اس شہنشاہ حقیقی نے ایک ہی نسل انسانی کو خاندان اور شاخوں پر تقسیم فرما کر نجات عافیت کا انحصار شرط اتقا پر موقوف فرما دیا۔ اور اپنی مقدس کتاب کے ذریعہ سے ہر انسان کو ایک ہی کسوٹی دیدی۔ تاکہ وہ اپنی ذات کو خود پہچان سکے۔

بہر کیف مجھے یہ خوشی اور یہ فخر ہے اور میں اپنے معبود کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتا کہ مجھے اپنی قوم کے متعلق وہ معلومات بہم پہنچ گئیں جس کی اس بے خبر جنجوعہ قوم کو فی زمانہ اشد ضرورت ہے۔ میں اپنے دل کا حال ظاہر کر چکا ہوں کہ مجھے ذات اور نسب پر کوئی فخر نہیں میری نجات عافیت میرے اعمال و ایمان پر موقوف ہے۔

لیکن چوں کہ دنیا میں امتیاز نسلی اور قوم کا سوال ہمیشہ بلند رہا۔ اور ہے اور رہے گا اس لیے ضروری ہے [۱۰] کہ ہر قوم اپنے قومی حالات اور اپنے سلف کے کارناموں سے آگاہی رکھتی ہو۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جنجوعہ راج پوت قوم کا حال تحقیق ہو گیا اب مجھے ایک دنیا سے اٹھ جانے والے جنجوعے کا یہ کہنا تصدیق ہو گیا کہ ہمارے بڑے گجنی سے آئے تھے ہمیں کوئی بادشاہ اپنی فوج میں نوکر رکھ کر ادھر لایا تھا ایک اور مرنے والے کا یہ کہنا بھی صحیح ہو گیا کہ ہمارے بڑوں کو بابر بادشاہ اپنی فوج میں بھرتی کر کے لایا تھا جو قوم بابر کے ہمراہ تھی ہماری ہے۔ اب قوم جنجوعے کو اللہ کا شکر بجالانا اور خوش ہو جانا

چاہئے کہ لفظ جھوجھ غلط اور بگڑا ہوا لفظ ہے، صحیح لفظ جنجوعہ ہے اور جنجوعہ راجا جنج کی اولاد ہیں جو راجا سالباہن کا بیٹا اور راجا گج کا پوتا تھا۔ جو یادو بنسی نسل سے تھا جنجوعہ قوم یادو بنسی قوم ہیں۔ اس میں جو کھو کر ہیں وہ تو راٹھوروں کی شاخ میں ہیں لیکن جو بھٹینی کہلاتے ہیں وہ بھی یادو بنسی ہی ہیں طرفہ یہ ہے کہ جس علاقہ سے ظہیر الدین بابر جنجوعوں کو بھرتی کر کے لایا جس کا ذکر بابر نے اپنی تزک میں کیا ہے۔ وہ قوم آج بھی اسی علاقے میں آباد ہے اور کھوکھر اور بھٹینی بھی ان میں آباد ہیں فرق یہ ہے کہ کھوکھر، بھٹینی، جنجوعے سے علیحدہ علیحدہ ہیں اس علاقے میں تینوں رشتے ناطے کر کے ایک جز بن گئے۔ شاید اسی لیے کہ ابتدائے آمد سے یہ قوم فوجی کام پر مامور رہی رشتے ناطے بھی باہم دیگر کرتی رہی لیکن ڈیڑھ سو سالہ انقلاب میں مبتلا ہوئی اور اپنے حالات سے بے خبر بھی ہو گئی۔ کیونکہ اسی کمشنری میرٹھ میں اس قوم کا سلسلہ قائم ہے اسے چاہیے کہ دوسری قوموں سے جداگانہ طور پر اپنی ایک انجمن جنجوعہ راج پوت کے نام سے قائم کرے کس واسطے؟ فی زمانہ کسی بیٹی ہوئی دستور زمانے کے زبردست ہاتھوں سے بے حد بیٹی ہوئی قوم کی اصلاح اور تعلیم کا بہترین ذریعہ انجمن اور اس کے ماتحت ایک تعلیمی فنڈ اس کی بنیاد ہو سکتی ہے۔

اگر اس قوم نے اپنی ایک انجمن کی بنیاد قائم کر کے ایک تعلیمی فنڈ قائم کر دیا تو امید ہے کہ کبھی نہ کبھی یہ قوم بھی کسی شمار میں ہوگی۔ اگر اللہ کو منظور ہے تو انشاء اللہ عنقریب اس رسالے کو [۱۱] شائع کروا کر قوم کی نذر کرونگا۔ والسلام

ربنا اغفر لی ولو الدئی وللمومنین یوم یقوم الحساب

خاکسار نجیب خان

خلف، فتح یاب خان

ساکن: اکبر پور / ضلع بلند شہر | ۱۱۲

حواشی از مؤلف

۱۔ جب یہ تحقیق کیا جاتا ہے تو برہما اور پاربتی ہی آدم و حوا ثابت ہوتے ہیں۔ صرف زبان اور بیانات کا ہیر پھیر معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح نوح اور منو کے متعلق جب تحقیق کیا جائے گا تو نوح اور منو ایک ہی نکلیں گے۔ اس میں بھی زبان کے فرق کے ساتھ صرف بیانات کا ہی ہیر پھیر ہے۔

۲۔ کتب سماوی یا صحائف آسمانی جنہیں کتب الہامی کے لقب سے بھی منسوب کیا گیا ہے وہ سناتن، دھرم کے وید اور دھرم شاستر ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی بائبل، اہل اسلام کا قرآن مجید فرقان حمید۔

۳۔ قوم جنجوعہ میں کسیر ڈورہ، چندیلے، بگھیلے خاندانوں کے راج پوت جو نواح دلی سے سرحدی حفاظت کے لئے روانہ کئے تھے۔ محمود کے دور حکومت میں یہ سب کے سب مشرف باسلام ہو گئے چنانچہ کسیر، ڈورہ، چندیلے، بگھیلے، بھٹینی، کھوکھر وغیرہ ان تمام گوتوں کے راج پوت کمشنری راول پنڈی میں بکثرت آباد ہیں۔

منشی نجیب اللہ خان اور رسالہ التحقیق

(1) منشی نجیب اللہ خان کی شخصیت:

منشی نجیب اللہ خان، موضع اکبر پور جھوجھ (ضلع بلندشہر۔ اتر پردیش) میں جناب فتح یاب خان کے ہاں جھوجھ برادری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بچپن میں ہی آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والد صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ آپ کے والد گرامی چونکہ زمینداری سے وابستہ تھے پس آپ کو بھی اسی کام میں لگا دیا گیا لیکن آپ کی طبیعت اس کی طرف مائل نہیں تھی۔ ایک بار اسی وجہ سے گھر میں تنازعہ ہو گیا اور آپ گھر چھوڑ کر بلندشہر چلے گئے جہاں فوٹو گرافی کا کام سیکھا۔ آپ کی دادی صاحبہ نے اپنا زیور بیچ کر نقدی آپ کے حوالے کی تاکہ آپ فوٹو گرافی کی دکان ڈال لیں۔ آپ نے بلندشہر میں فوٹو گرافی کی نمائش میں حصہ لیا اور نمایاں مقام حاصل کیا۔ اس طرح آپ بطور فوٹو گرافر مشہور ہو گئے اور آپ کا کام چل پڑا۔ معاشی طور پر پرسکون ہونے کے بعد، تعلیم کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ حصول تعلیم میں مشغول ہو گئے اور مڈل پاس کرنے کے بعد آپ نے مختار کا امتحان پاس کیا اور بلندشہر کی کچھری میں پریکٹس کا آغاز کیا، خوب نام کمایا اور اپنی کمائی سے کئی دیہات خریدے۔ ۱۹۳۰/۳۲ء کے ایکٹ کی وجہ سے پانچ دیہات باقی بچے جو ان کے ورثا کے زیر کاشت رہے۔ (۱)

آپ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر بنتے رہے اور نواب آف چھتاری کو چیرمین بورڈ بنوانے میں حصہ لیتے رہے اور نواب آف چھتاری کے دوست رہے۔ آپ کی شہرت اور معاشرے میں عزت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بلندشہر کے زرعی کالج

میں جو طالب علم اول آتا ہے اسے ”نجیب اللہ خان گولڈ میڈل“ دیا جاتا ہے۔
 آپ کی واحد اولاد جناب علیم الدین خان صاحب تھے۔ منشی نجیب اللہ خان نے 27
 اکتوبر ۱۹۳۰ کو وفات پائی اور بلند شہر کے چوراہا کالا آم میں زیر خاک آسودہ ہیں۔ ان
 کے صاحب زادے جناب علیم الدین خان صاحب نے علی گڑھ سے بی اے۔ ایل ایل
 بی کیا وہ سلسلہ سھروردیہ غزنویہ کی شاخ جھانگیریہ کے معروف شیخ شاہ محمد عبدالشکور
 جھانگیری سے بیعت تھے۔ (۲) آپ کا شجرہ جو کتاب ”برن سے بنوں تک“ از جناب
 میجر ریٹائرڈ رفیع الدین باور (۳) سے ماخوذ ہے مندرجہ ذیل ہے:
 مرزا خان (مورث اعلیٰ اکبر پور [جھوجھ])

۱
 وائٹ خان

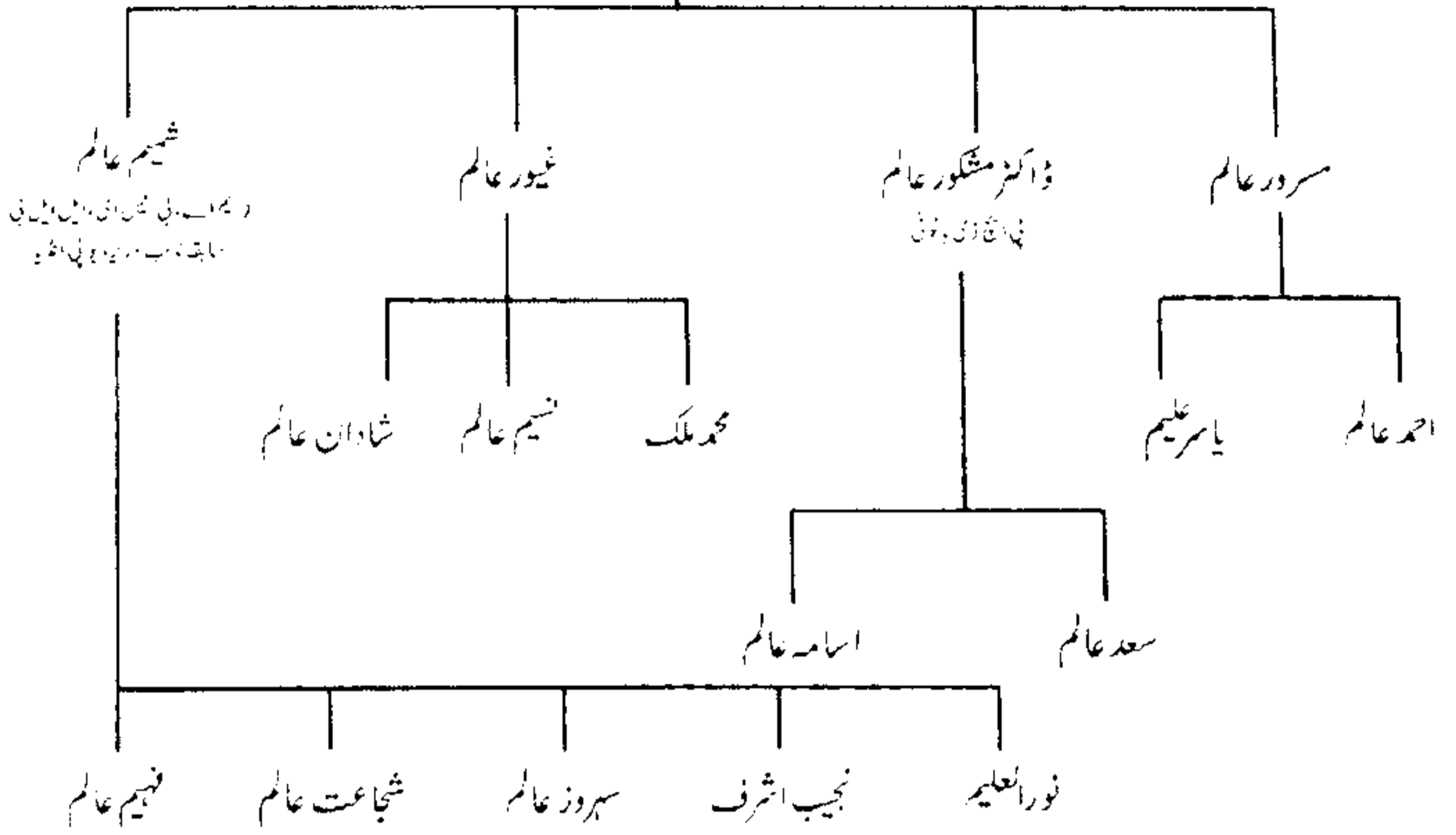
۲
 فتوری خان

۱
 شجاعت خان

۱
 فتح یاب خان

۱
 ملا نجیب اللہ خان (مختار وریس بلند شہر)

مولوی علیم الدین خان (بی. اے. ایل ایل بی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)



میں یہاں کتاب گلاؤٹھی از سید منصور عاقل صاحب اسلام آباد سال اشاعت
جون 1998ء سے اقتباس پیش کرتا ہوں۔ (۴)

”مرحوم جناب نجیب اللہ خان صاحب بلند شہر میں وکالت کرتے تھے انہوں نے اپنے پیشہ میں بلند مقام اور امتیاز حاصل کیا انہوں نے اپنی آمدنی سے کئی گاؤں خریدے یہی وجہ تھی کہ ان کا شمار بلند شہر کے روساء میں ہوتا تھا انہوں نے ملکی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا ان کا انتقال 27 اکتوبر 1930ء کو بلند شہر میں ہوا۔ ان کے صاحبزادے مولوی علیم الدین خان نے بھی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی اے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور باپ کی طرح وکالت میں نام پیدا کیا یہی نہیں بلکہ وکالت کا یہ سلسلہ آگے بھی چلا اور

ان کے فرزند شمیم احمد [شمیم عالم] خان نے بھی جو راقم الحروف کے مسلم ہائی سکول بلند شہر میں ہم جماعت تھے، علی گڑھ سے ایم اے ایل ایل بی کرنے کے بعد وکالت شروع کی تاہم ان کا رجحان سیاست کی طرف زیادہ رہا جس کے نتیجے میں وہ تقسیم ملک کے بعد صوبہ یو۔ پی میں غذا سپلائی اور انڈسٹری کے نائب وزیر بھی رہے۔“

یہ تو تھا جناب سید منصور عاقل صاحب کا کتاب گلاوٹھی سے ایک اقتباس۔

جھوجھ برادری میں آپ اب تک ایک پُر اثر شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ کچھ اختلاف بھی رکھتے ہیں اُن میں وہ لوگ شامل ہیں جو کہ جھوجھ نام کو چھوڑ کر دوسرے نام اختیار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جناب نجیب اللہ خان صاحب نے اپنے قبیلے کے نام کو اپنائے رکھا اور اپنا قبیلہ اور نسب دُعاویٰ دکھاوے کی خاطر نہ بدلا اور اپنے موضع اکبر پور کے ساتھ جھوجھ کو اپنی شناخت کی خاطر پسند فرمایا۔ نیز اپنی شناخت کو جاننے کی خاطر ہی یہ رسالہ التحقیق لکھا جو آج زیر بحث ہے۔ یہاں ان کی دین اسلام سے بھی محبت ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن اور حدیث کے مطابق قبیلہ کی شناخت پر قائم رہے اور ایک دوسری حدیث کے مطابق اپنے نسب پر قائم رہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔ آمین

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

۲۔ رسالہ التحقیق

از زبیر احمد گلزاری

جناب نجیب اللہ خان صاحب کا یہ مسودہ تقریباً 1920ء کا تحریر شدہ ہے۔ اس طرح جھوجھ قوم کے متعلق یہ اولین تحریری دستاویز ہے جو مجھے جناب نور العظیم کے ذریعے بلند شہر (بھارت) سے موصول ہوا ہے۔ اس سے پہلے اس کا عکس میجر مرحوم رفیع الدین صاحب کی کتاب ”برن سے بنوں تک“ میں شائع ہوا تھا لیکن مدہم ہونے کی وجہ سے پڑھنا نہ جاسکتا تھا۔ رسالہ بارہ صفحات پر مشتمل ہے پہلا صفحہ سرورق کا اور دوسرے صفحے پہ مولف کے صاحب زادے جناب علیم الدین خان صاحب کا دیباچہ شامل ہے جب کہ بقیہ دس صفحات متن کے ہیں۔ رسالے کے کاتب جناب علیم الدین خان ہیں۔ رسالے کے آخر میں ترقیمہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ رسالہ کب نقل کیا گیا اور نہ ہی دیباچے میں کتابت کی تاریخ درج ہے۔

یہ رسالہ بڑا پر مغز اور حقیقت پر مبنی ہے، جس سے نجیب اللہ خان صاحب کی شخصیت، ذہانت، حقیقت پسندی اور ان کی اپنے قبیلہ کی تاریخ کے متعلق پر خلوص جستجو کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں جناب شمیم الدین صاحب (حال مقیم علی گڑھ) اور نور العظیم (۵) (جو کہ نجیب اللہ خان صاحب کے پڑپوتے ہیں) کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے قلمی مخطوطہ کی صاف فوٹو کاپی مجھے عنایت کی تاکہ ان کی خواہش کے مطابق وہ اس پر تبصرہ سے مستفید ہو سکیں۔

میرا یعنی زبیر احمد گلزاری (پ: 27 مارچ 1949ء) کا تعلق جھوجھ برادری ضلع

ہردوار (پہلے ضلع سہارن پور) کے ایک موضع مقرب پور کلیر شریف سے ہے اور میں جناب نجیب اللہ خان صاحب کی عظمت اپنے بزرگوں سے سنتا آ رہا ہوں۔ میرے محترم چچا عبدالباری گلزاری (بی۔ اے۔ علی گڑھ) جن کی عمر اس وقت 96 سال ہے، نے جناب نجیب اللہ خان صاحب کو دیکھا ہوا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ کا قد مناسب اور سر بڑا تھا جو سرداروں کی نشانی ہوتا ہے اور آپ بہت ذہین تھے۔

میرے بڑے ابا (تایا) رشید احمد گلزاری صاحب جو قانون گو تھے، کی ملاقات جناب نجیب اللہ خان صاحب سے ہوئی تو جب یہ پتہ چل گیا کہ دونوں افراد جھوجھ قبیلہ کے ہی افراد ہیں تو ملاقاتیں دونوں ضلعوں کی رشتہ داریوں میں اس طرح بدل گئیں کہ راقم الحروف کی دو سگی پھوپھیاں بلند شہر کے جھوجھ برادری میں بیاہی گئیں شاید اس پر مزید پیش رفت ہوتی اگر جناب نجیب اللہ خان صاحب کا انتقال صرف پچاس سال کی عمر میں 1930ء میں نہ ہو گیا ہوتا۔ چوں کہ یہ شادیاں انہی بزرگوں یعنی رشید احمد صاحب اور نجیب اللہ خان صاحب کی برادری کو یک جا کرنے کی کوشش کے نتیجہ میں ہوئی تھیں۔ اس لحاظ سے مقرب پور ضلع سہارن پور (موجودہ ضلع: ہردوار) کی جھوجھ برادری جناب نجیب اللہ خان صاحب کو اچھی طرح عزت و احترام سے جانتی ہے۔

اب کچھ باتیں تحقیق اور جھوجھ قبیلہ کے بارے میں عرض کرتا ہوں اور اس ضمن میں درج ذیل عنوانات کے تحت بحث کی جائے گی۔

(الف)۔ کیا جھوجھ راجپوت ہیں؟

(ب)۔ عمومی طور پر جھوجھ کو کیوں راجپوت تصور کیا جاتا رہا۔

(ج)۔ جھوجھ عربی النسل ہیں اور سالار مسعود غازی کے ساتھ غزنی سے آئے۔

- (د)۔ لفظ کھوکھر کی حقیقت۔
(ر)۔ لفظ چغتائی کی حقیقت۔
(س)۔ کیا جھوجھہ ترک ہیں؟
(ص)۔ قبیلہ بھٹینی یا بھٹی
(ط)۔ قبیلہ جھوجھہ اور بخارا
(ع)۔ کتاب سلطان الشہد میں جھوجھہ مواد پر تبصرہ
(ریفرنس کے طور پر میں اپنے ٹائپ شدہ صفحاتوں کا حوالہ دوں گا)

کیا جھوجھ راج پوت ہیں؟

یوپی انڈیا میں ہندو راجپوت سے مسلمان ہونے والوں کو رانگھڑ کہا جاتا ہے جبکہ جھوجھ کو رانگھڑ نہیں کہا گیا۔ یہ ایک ثبوت ہے کہ جھوجھ ہندو راجپوت سے مسلمان نہ ہوئے بلکہ یہ اسلامی لشکر کے ہمراہ تبلیغ اسلام کرنے ہند آئے اور تحصیل دیپاپور ضلع اوکاڑہ پاکستان کے موضع شہید انوالہ (اب موضع بھائی کے لال چند) میں انکے بارہ شہدا ہیں جو تقریباً ایک ہزار سال قبل شہید ہوئے۔

جناب محترم ڈاکٹر ایچ۔ اے۔ قریشی القمی الصدیقی ایم اے ہسٹری، ایم اے پولیٹیکل سائنس اور پی۔ ایچ۔ ڈی ہسٹری، نے تحقیق رسالہ پر میرے تبصرہ پر یہ لکھ کر کہ اگر جھوجھ راجپوت سے مسلمان ہوئے ہوتے تو وہ رانگھڑ کہلائے ہوتے، میری تائید کی ہے۔ بہر حال جھوجھ کو کبھی بھی رانگھڑ نہیں کہا گیا۔

پھر محترم نجیب اللہ خان کا تحقیق میں یہ تحریر کرنا کہ مسلمان راجپوت، جھوجھوں کو (راجپوت کہلانے پر) اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے، سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جھوجھ اپنے آپ کو کبھی بھی راجپوت ثابت نہ کر سکے۔ اور انکو رانگھڑ کبھی نہ پکارا گیا جو کہ ہندو راجپوت سے مسلمان ہونے کا ایک ثبوت ہوتا۔

یہ بات گزٹینر آف سہارن پور 1909ء از ایچ۔ آر۔ نول میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ (۶) صفحہ نمبر 102 سطر نمبر 11 پر راجپوت کے عنوان میں تحریر کیا ہے کہ

"In addations to these, a very large number of Rajputs profess the Musulman faith and are known generically as Rangers."

ترجمہ: ان کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد مسلمان راجپوتوں کی ہے جن کو راجپوت ماخذ سے مانا جاتا ہے اور رانگھڑ کہلاتے ہیں

اسی گزٹینرز کے صفحہ 109 پر راجپوت کے عنوان سے سطر نمبر 24 پر تحریر کیا گیا ہے

"Rangars or Musalaman Rajputs are very numerous in saharanpur."

ترجمہ: رانگھڑ یا مسلمان راجپوت سہارن پور میں بڑی تعداد میں ہیں۔

نیز صفحہ نمبر 110 پر جھوجھ کے عنوان سے سطر نمبر 31 پر تحریر ہے۔

"Jhojhas asserts for themselves as Rajput Extraction, though this is vigorously denied by Rangers and others."

ترجمہ: جھوجھ اپنے آپ کو راجپوت بتاتے ہیں لیکن رانگھڑ اور دوسرے ان کو بڑی شدت سے جھٹلاتے ہیں۔

نوٹ: مندرجہ بالا گزٹیر میں جھوجھ اور رانگھڑ راجپوتوں کی تعداد علیحدہ علیحدہ درج ہے۔

لہذا جھوجھ چونکہ کبھی رانگھڑ نہیں کہلائے اس لئے وہ راجپوت نہیں ہیں

محترم جناب علیم الدین صاحب ولد نجیب اللہ خان صاحب کا مخطوطہ کے صفحہ نمبر ۲

پر دیا چہ ہے۔ پہلے پیرا گراف میں آپ فرماتے ہیں کہ

”میرے والد مرحوم و مغفور چودھری نجیب اللہ خان صاحب ایک مدت تک

اپنی قوم کی اصلاح اور تعلیم کی فکر میں رہے اور اس کے خواہاں اور جو یاں

رہے کہ میری قوم کی ایک انجمن بن جائے اور یہ تحقیق ہو جائے کہ ہم

راجپوت تو کہلواتے ہیں لیکن ہیں کس شاخ سے؟ ہمارا نسب کس راجپوت

خاندان سے ملتا ہے؟“۔

یہ سوال بہت اہم ہے

”کہ ہم راجپوت تو کہلواتے ہیں لیکن ہیں کس شاخ سے، ہمارا نسب کس

راجپوت خاندان سے ملتا ہے؟“۔ یہ ایک بہت بڑا پر مغز سوال ہے۔

اسی طرح یہ جملہ بھی اہم ہے کہ

”کچھ عرصے سے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ گو ہمارے کاغذات میں

ہم راج پوت لکھے ہوئے ہیں لیکن لفظ جھوجھہ کیا معنی رکھتا ہے اور اس قوم کا

نسلی، نسبی تعلق کس قوم سے ہے اور دوسری ہمسایہ قومیں اس قوم کو کیوں بہ نظر

حقارت دیکھتی ہیں؟“ (مخطوطہ صفحہ نمبر ۷ لائن نمبر ۸)

میں یہاں ایک انگریز مصنف ہنری ایم ایلٹ کی لکھی ہوئی کتاب سے عبارت

نقل کرتا ہوں جس کا مفہوم بھی مندرجہ بالا عبارت سے ملتا ہے۔ کتاب کا نام ہے

Encyclopida of caste, customs , rites and supersitions of the
races of Northern India Page 298 Vol I

"Jhojha :- This tribe in all probability composed of
converted Rajputs, but why they have taken ^{the distinctive} ~~the distinctive~~

name of Jhojas is not ~~clear~~ (clear) (L)

یعنی ”قبیلہ جھوجھہ تمام تر ممکنات کے ساتھ [ہندو] راجپوتوں سے مسلمان ہوئے

لیکن انہوں نے اپنا علیحدہ خصوصی نام جھوجھہ کیوں رکھا یہ سمجھ سے بالاتر ہے“۔ یہ بات

انکی سمجھ سے بالاتر اس لیے ہے کہ راجپوتوں میں کوئی گوت جھوجھہ نام کی ہے ہی

نہیں جب کہ انکی عادات و خصائل راجپوتوں کی طرح ہیں جس کی وجہ سے انگریزوں نے

شک کی بنا پر جھوجھ کو ممکنات میں راجپوت جانا۔ لفظ جھوجھ ہندی پراکرت کا لفظ ہے جس کا مطلب جنگجو کے ہیں جبکہ اس قبیلہ کا عربی نام تھجا ہے جس کا مطلب بھی جنگجو ہے اور یہ صفاتی نام ہندی لفظ جھوجھ سے متشکل اور ہم معنی ہونے کی وجہ سے ہند میں مشہور ہو گیا۔ بعد کے مصنفین نے ہندو نام کی وجہ سے جھوجھ قبیلہ کو قدیم ہندی قبیلہ ہی سمجھا جیسا کہ اوپر لکھا گیا کہ یہ تمام تر ممکنات میں راجپوت ہیں، جو کہ غلط ہے۔ جھوجھ دراصل عربی النسل ہیں۔ (لفظ جھوجھ پر مزید تحقیق تاریخ جھوجھ میں آ رہی ہے)

یہاں انگریز مصنف کا یہ لکھنا کہ Why They have Taken The

distinctive name of jhojha is not clear اور جناب نجیب اللہ خان صاحب کا یہ لکھنا کہ ”ہم راجپوت تو کہلاتے لیکن میں کس شاخ سے اور ہمارا نسب کس راجپوت خاندان سے ملتا ہے؟ دونوں کا سوال ایک لاطینی کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس نام کو راجپوتوں میں تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن اپنی چالیس سالہ تحقیق سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جھوجھ کا نام راجپوتوں کی کسی بھی مستند کتاب میں گوت یا قبیلہ کے طور پر درج نہیں ہے۔

کرنل جیمز ٹاڈ کی کتاب (۸) Annals and Antiquates of Rajhistan

راجپوتوں کی تاریخ اور گوتوں پر سند کا درجہ رکھتی ہے کتاب ۱۸۲۹ء میں لکھی گئی تھی لیکن اس کتاب میں کہیں بھی جھوجھ کا ذکر کسی بھی راجپوت نسل یا گوت میں نہیں ہے انگریزوں نے جو گز ٹیپو سہارن پور، مظفر نگر، بلند شہر اور بجنور اضلاع پر اپنے زمانہ میں لکھے ان میں جھوجھ قوم کو کہیں بھی راجپوتوں کی کسی گوت سے نہیں لکھا بلکہ بلند شہر کے ضمن میں انکو راجپوتوں اور مغلوں کا غلام تحریر کیا ہے جیسا کہ کتاب Encyclopedia

of Cast, Customs, Rites and Supersition of the races of Northern India(9) کے صفحہ نمبر 138 پر جھو جھ کے عنوان سے مندرجہ ذیل تحریر

موجود ہے۔

Jhojha:

The Word Literally means the stomach, and is the designation of an inferior class of Musulmans. The jhojhas, in Parganah Baran of Bulandshahr, represent themselves as converted Rathores, Chauhans, and Tuars; but by other they are considered to be converted slaves of these tribes. In like manners those of Anupshahr are said to be slave of Moghals, converted to the Mohammedanism. They are despised by the Badgujars, and other converted Rajputs of the neighborhood, with whom the are not suffered to intermarry; Form which their servile origin may be fairly presumed. They are scattered over different parts of the Doah and Rohilkhand, and are reported to be good Cultivators. Hence the saying:----

झोझा हाली लाकर घर बैठो चौपड खिल

"Employ a Jhojha as ploughman, and you may sit at home and play at backgammon".

One of the Chief cause of the value attached to their services is, that being Musulmans, they are not restrained by Hindu

observances of certain festivals. Thus, while Hindu are waiting for the Dithwan(q.v) before they cut their suger-cane, the Jhojhas have already begun to press their cane and manufacture their suger.(9)

مندرجہ بالا تحریر کے باقی ماندہ مندرجات پر تاریخ جھوجھ میں بحث آئے گی یہاں تو صرف جھوجھ راجپوت ہیں کہ نہیں، اس حصہ پر بحث کی جاتی ہے اب آپ مندرجہ بالا تحریر میں یہ دیکھیں کہ بڈ گوجر اور دوسرے راجپوت ان کو گری ہوئی نظروں سے کیوں دیکھتے ہیں اور ان میں شادیاں باہم کیوں نہ ہوتی تھیں۔ محترم نجیب اللہ خان صاحب نے لکھا ہے۔

”دوسری ہمسایہ قومیں اپنی قوم کو کیوں بہ نظر حقارت دیکھتی ہیں“ اسی طرح التحقیق میں ایک اور مقام پر تحریر کیا ہے۔ ”اسی یا دوہنسی شاخ میں ایک قوم جنجوعہ ہے جو اسی سرزمین ہند پر پندرہ سولہ صدی تک جنجوعہ راجپوت کے ممتاز لقب سے موسوم رہی تھی لیکن انقلابات زمانہ اور بے علمی کے سبب آج وہی قوم جھوجھے کے غیر معروف لقب سے موسوم ہو کر کمشنری میرٹھ کی دوسری راجپوت اقوام کی نظروں میں ایک جملہ معترضہ بنی ہوئی ہے ہر چند اسی کمشنری میرٹھ میں بسنے والے تنوار، گہلوٹ، چوہان، پونڈیر، گور، بڈ گوجر، راجپوت چھوکر، جیوال، برگلے، ہنسیال ان راجپوتوں [جھوجھ] کو کچھ اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے لیکن جب کبھی جنجوعے راجپوتوں کا ذکر درمیان آتا ہے تو ناک بھوں چڑھا کر، جھوجھ کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں۔“

محترم نجیب اللہ خان صاحب مرحوم نے اصلیت لکھ دی۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ جھوجھہ اگر ثبوت کے ساتھ راجپوت نہیں ہیں اور ہم جھوجھہ گوت کو راجپوتوں میں نہ بتلا سکیں تو راجپوت ہم کو کیسے راجپوت کا درجہ دے دیں۔

جھوجھہ اپنے آپ کو راجپوت ثابت کرنے کے لیے کوئی مستند نشانی نہ رکھتے تھے اسی وجہ سے پرانے راجپوت، جھوجھہ کو راجپوت ماننے پر تیار نہ تھے نیز وہ جھوجھہ قبیلہ کی اس کوشش کو گری ہوئی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ ہر قبیلہ کی طرح راجپوتوں کی بھی گوت (Sub-castes) ہیں مسلمان راجپوت ہونے کی ایک نشانی یہ ہے کہ انکو ہندو راجپوت رانگھڑ کہتے ہیں جبکہ جھوجھہ کبھی بھی رانگھڑ نہیں کہلائے۔ دوسرا راجپوت کی کوئی مسلمہ گوت بھی جھوجھہ کے پاس نہ ہے۔ اب اگر کسی جھوجھہ نے ثابت کرنا ہے کہ وہ راجپوت ہے تو اس کو دلائل سے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ راجپوت ہے جھوجھہ نام کی کوئی گوت راجپوتوں میں ہے ہی نہیں۔ جھوجھہ لفظ تو عربی لفظ جھجا کی، ہندی پراکرت کے لفظ جھوجھہ، سے متشکل ہونے کی وجہ سے ہند آنے پر وجود میں آیا جھجا (ہندی پراکرت میں جھوجھہ) دراصل عربی النسل ہیں اور کسی طور بھی راجپوت نہیں ہیں۔ یہ لفظ جھجا اور جھوجھہ صفاتی نام ہیں نسبی نہیں۔

”برن سے بنوں تک“ مولفہ میجر رفیع الدین باورسن اشاعت ۱۹۸۶ء جو ۳۶۳ صفحات پر مشتمل ہے باب نمبر ۶ میں ”اس برادری کی اکثریت راجپوتوں کی کس گوت سے تعلق رکھتی ہے“ کی سرخی کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ (۱۰)

”اس کی وجہ یہ ہے کہ گوت کے سلسلے میں یہ برادری بڑی الجھن اور دماغی

خلفشار کا شکار رہی ہے۔“ مصنف نے جھوجھ برادری مقرب پور ضلع سہارن پور کی دو خواتین کی شادیاں جو کہ بلند شہر کی برادری میں، جناب نجیب اللہ خان بلند شہر اور قانون گورنمنٹ احمد صاحب سہارن پور کی جھوجھ برادری کو اکٹھا کرنے کی کوششوں سے ہوئی تھی، کو بھی رد کر دیا کہ اس سے بلند شہر کی برادری جھوجھ نہ سمجھی جائے۔ نیز انہوں نے جنجوعہ راجپوت ہی کو جھوجھ ثابت کرنے کی کوشش بلا کسی تاریخی دلیل بلکہ اپنی قیاس آرائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۱۱)

اسی کتاب میں ”مواضعات کے بانی مورث اعلیٰ کہاں سے آئے؟“ کے عنوان کے تحت اپنے اختتامی پیرا گراف میں تحریر فرماتے ہیں (۱۲)

”ہم نے یہاں ان اسلاف کی بات کی ہے جنہوں نے اسی برادری کے موجودہ مواضعات کی بنیاد اندازاً تین صدی پیشتر ڈالی تھی۔ رہا سوال ان اسلاف کے جدا مجد کا، تو اس بات کے امکانات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ لوگ کسی مسلمان فاتح کے ساتھ اس کی فوج میں شامل ہو کر ہندوستان کے شمالی علاقوں سے آئے ہوں اور ان فاتحین نے انہیں دہلی کے گرد نواح میں آباد کر دیا ہو۔ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، تیمور اور خاص طور سے بابر کے ہمراہ جو لوگ شمالی علاقوں سے ان کی فوجوں میں شامل ہو کر آئے ان میں سے بہت بڑی تعداد دہلی کے گرد نواح میں آباد ہو گئی ہو۔“

ایک اور مقام پر موضع دیولی خورد کے عنوان کے تحت چودھری نعمت اللہ خان

مرحوم جولاہور کے راجپوت بلاک میں رہتے تھے، لکھا ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ جن کا نام کمال الدین تھا شہاب الدین غوری کی فوج میں شامل ہو کر ہندوستان آئے۔

ایک اور مقام پہ ”مواضعات کے بانی مورثان اعلیٰ کہاں سے آئے“ کے تحت بھی لکھا ہے کہ موضع دیولی خورد کے لوگ کہتے ہیں کہ انکے بزرگ افغانستان کے رہنے والے تھے اور غزنی سے ان کے ایک بزرگ کمال الدین نام کے، ۱۱۹۲ء میں شہاب الدین غوری کے لشکر کے ساتھ ہندوستان آئے اور دہلی میں آباد ہوئے۔ (۱۳)

دراصل جھوجہ راجپوت ہی نہیں ہیں اسی وجہ سے مصنف ”برن سے بنوں تک“ میں کوئی گوت راجپوتوں کی نہ لکھ سکے۔ ہاں جنجوعہ سے بگڑ کر جھوجہ، قیاس ہی ہے۔

”برن سے بنوں تک“ سے دو باتیں سامنے آئی ہیں

- (۱) کہ جھوجہ برادری کی راجپوتوں میں کوئی نسل یا گوت مصنف نشاندہی نہ کر سکے۔
- (۲) نیز جھوجہ برادری میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ انکے اجداد افغانستان سے ہند آئے۔

سید منصور عاقل صاحب اپنی تالیف گلاوٹھی میں مسلم راجپوتوں کے موضوعات کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ (یاد رہے کہ گلاوٹھی تحصیل، ضلع بلند شہر میں ہے جہاں جھوجہ برادری کے ۲۳ مواضعات ہیں)۔ (۱۴)

”سنیہ گٹھاولی اور مالا کڑھ کے علاوہ متعدد دیہات اور مواضعات بھی ایسے تھے جو گلاوٹھی کے ڈاک خانے، پولیس سٹیشن اور ریلوے سٹیشن سے وابستہ تھے۔ ان میں سے اکثر کی معاشرتی خصوصیت یہ تھی کہ یہاں ایک ہی برادری کے لوگ کثرت سے آباد تھے جنہیں ”جھوجہ برادری“ کے نام سے یاد کیا

جاتا تھا۔ یہ لوگ نہایت محنتی، جفاکش، ذہین اور ترقی پسند رجحانات کے حامل تھے چنانچہ ان حضرات میں سے بیشتر نے مختلف شعبوں میں نمایاں حیثیت حاصل کی جب کہ جھوجھ برادری تعلیم سے دلی وابستگی کے سبب تیزی سے ترقی کرتی رہی۔“

اسی طرح ”برن سے بنوں تک“ پر تبصرہ انہوں نے اس طرح کیا ہے۔
 ”پاکستان آنے کے بعد اس برادری کے ایک فاضل رکن میجر (ریٹائرڈ) رفیع الدین باور ”برن سے بنوں تک“ کے نام سے ۱۹۸۶ میں راولپنڈی سے ایک کتاب شائع کی جس میں اس برادری کے بارے میں تفصیل سے کوائف مہیا کئے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اصل میں یہ جھوجھ برادری نہیں بلکہ جنجوعہ راجپوت برادری ہے ہمارے نزدیک زیر نظر کتاب کے سیاق و سباق میں اس بحث کی کوئی اہمیت نہیں ہے“ (۱۵)

آپ یہاں دیکھئے کہ جناب سید منصور عاقل صاحب نے جھوجھ یا جنجوعہ راجپوت پر اپنی کوئی حتمی رائے دینے سے گریز کیا ہے بلکہ صرف یہ لکھا کہ میجر رفیع الدین باور صاحب مرحوم نے جھوجھ برادری کو جنجوعہ راجپوت ثابت کرنے کی کوشش کی اس کا مطلب یہ ہوا کہ عرف عام میں یہ برادری جھوجھ ہے راجپوت ثابت کرنے کی کوشش ہے۔

مجھے اودھ کے گزٹینیر ۱۸۷۷ء میں جھوجھ قبیلہ پر مواد مل گیا جس میں تحریر ہے کہ یہ سالار مسعود غازی کے لشکر کے ذریعے کسمنڈی کے راجہ کنس کی سالار مسعود غازی کے لشکر سے شکست پر، دباؤ میں آ کر مسلمان ہو گئے۔ ایک انگریز مسٹر بٹ (Butt) نے یہ

قیاس ظاہر کیا کہ یہ قدیم النسل ”بھڑ“ قوم سے مسلمان ہو گئے ہوں گے۔ نیز یہ کہ اُس زمانہ میں یہ جھوجھ قوم قلعوں کی مالک تھی جس میں Ant اور Mal کے قلعے شامل تھے اور یہ جھوجھ Master of the Country تھے اور گھڑوال (یعنی راٹھوروں) نے ان کی ملازمت اختیار کی۔ یاد رہے کہ قنوج پر اپنا اقتدار ختم ہونے کے بعد گھڑوال قوم، مارڑوار راجھستان میں نقل مکانی کرنے کے بعد راٹھور کہلائے۔

جب راٹھور قوم نے جھوجھ کی ملازمت اختیار کی تو کیا ہم ان کے غلام رہے یا وہ ہمارے غلام رہے؟ گزٹیئر اودھ کے مطابق انہوں نے ہماری غلامی کی۔ پھر باہم شادیوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چونکہ جھوجھ عربی نسل اور پرانے مسلمان ہیں اور باہم ہی شادیاں کرتے ہیں یعنی (Endogamy)۔ لہذا یہاں پر اس تبصرہ میں انگریزوں کی لکھی ہوئی تحریر، انہی کے گزٹیئر اودھ میں لکھی ہوئی تحریر سے نفی ہو جاتی ہے۔ اگر جھوجھ راجپوت ہوتے تو راجپوتوں میں شادیاں ہوتیں جب کہ جھوجھ عربی النسل ہونے کی وجہ سے اپنے کفو کی خاطر مقامی راجپوتوں میں شادی نہ کرتے تھے جس کو انگریز مصنف نے دوسرے انداز میں الٹا سمجھ کر غلط لکھا۔ دراصل باہم شادیاں نہ ہونا اس چیز کی دلیل ہے کہ جھوجھ راجپوت ہیں ہی نہیں لہذا راقم الحروف بجا طور پر لکھ سکتا ہے کہ جھوجھ، راجپوت نہیں ہیں۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر ایچ۔ اے۔ قریشی الہمی الصدیقی صاحب نے مجھے التحقیق کے مسودہ پر جھوجھ کے راجپوت نہ ہونے کے متعلق مندرجہ ذیل دلائل تحریر کر کے بھیجے ہیں۔

"Annete Susannah Beveridge: Babur Nama, First Published

1921, 1997 Reprint by Low price publications, Dehli:

14 miles north of Bhira lies the mountain-range written of as the Koh-i-jud. On it dwell two tribes, descendants from one parent-source, one is called jud, the other janjuha. These two form of old have been the rulers and lawful commanders of the peoples and alus of the range and of the country between Bhira and Nilab. Their rule is friendly and brotherly. The agreement is to give one shahrukhi for each Yoke of oxen and seven for headship in a household; there is also service in army. The jud and Janjuha both are divided into several clans. The Koh-i-Jud runs for 14 miles along the Bhira country taking off from those Kashmir mountains that are one with hindukush and it draws out to the south-west as far as the foot of Dinkot on the Sind river. On one half of it are the jud, the janjuha on the other. people call it koh-i-Jud through connecting it with the jud tribe. The principal headman gets the title of Rai; others his younger brothers and sons, are styled Malik. The

Janjuha headmen are maternal uncles of Langar Khan. The ruler of the people and horde near the Soohan water was named Malik Asad. [Both were Janjua. Malik Asad was] 22 or 23 years old. As it was always in my heart to possess Hindustan and as these several countries, Bhira etc. had once been held by the Turk, I pictured them as my own and was resolved to get them into my hands whether peacefully or by force. For these reasons it being imperative to treat these hillmen well, the following order was given: "Do not hurt or harm to the flocks and herds of ~~these~~ these people, nor even to their cotton-ends and broken needles". [They submitted to him through Langar Khan Janjua. He was utilized] to go and speak to the Bhira people fair (to submit him). Khoosh-ab was bestowed with a standard on Langar Khan. We settled that he was to help Hindu Beg. There were also Sangar Khan Janjuha and Malik Asad Janjuha. [Thereafter Babur returned back to

Kabul].Sangar Khan Janjuha came, made offering of a horse and did me obeisance on 22nd February, 1519. In September, Langar Khan was appointed to help Muhammad Ali Jan Jang to victual the fort purshawur.On 13 December, 1519 Sangar Khan came from Bhira and waited on me.[He is in his service till February, 1527 when] The Biana garrison made a rather incautious sally too far out: the enemy [Rajputs of Rana Sanga] fell on them in some force and put them to the rout. There Sangar Khan Janjuha became a martyr. "

”اس طرح جنجوعہ اور جود دونوں کا بابر کی نوکری میں ہونا ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس سے کوئی انکار ممکن نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بابر کی نوکری میں ہندوستان بھی آئے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ جھوجھ ہیں کیونکہ وہ اس وقت تک مسلمان بھی ہو گئے تھے اور جنجوعہ ہی کہلاتے تھے۔ لہذا ان حقایق سے آپکی باتوں کو تقویت پہنچتی ہے۔ مندرجہ بالا میں یہ بھی لکھا ہے کہ انکی بہت سی clans تھیں اور انکے آپس میں شادی بیاہ کے رشتہ تھے اور درحقیقت

راجپوت خاندانوں کے کچھ حصوں کے مسلمان بن جانے پر بھی انکے تعلقات پر کچھ اثر نہیں پڑتا تھا۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جھوجھے راجپوتوں کی کوئی شاخ یا راجپوت نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی یہ کہے تو یہ بھی ثابت کرے کہ جنجوعہ کی کوئی clan جھوجھے بھی کہلاتی تھی کیونکہ مندرجہ بالا سے انکی متعدد clans کا ہونا ثابت ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ جھوجھے نام سنتے ہی راجپوت کیوں ناک بھوں چڑھاتے ہیں؟ اس اقتباس سے ہمکو تین نام لنگر خان، ملک اسد اور سنگر خان جنجوعہ مسلمان راجپوتوں کے مل جاتے ہیں جو ان پر کام کرنے کے لئے کافی کارآمد ہیں۔ یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ راجپوتوں سے مسلمان ہونے والوں کے لئے جو term عموماً استعمال ہوتا ہے وہ رانگھڑ ہے جھوجھے نہیں اور اپنے کفو کی حفاظت کے لئے شیخ زادے عموماً رانگھڑوں میں شادی نہیں کرتے اور اگر کوئی کر لیتا ہے تو پھر اس خاندان سے شادی بیاہ کرنا بند کر دیا جاتا ہے۔ میرے وطن بجنور میں ابھی تک یہی رواج ہے۔"

لہذا راقم الحروف بجا طور پر یہ لکھ سکتا ہے کہ جھوجھے راجپوت نہیں ہیں۔

عمومی طور پر جھوجھ کو راجپوت کیوں تصور کیا جاتا رہا؟

اب میں یہاں پر وہ تمام ممکنات (probability) درج کرتا ہوں جنکی بنیاد پر یہ غلط تصور کیا جاتا ہے کہ جھوجھ راجپوت ہیں۔ (دیکھئے صفحہ نمبر ۶۱ پر جھوجھ کے لئے انگریزی عبارت)

1۔ راجپوت جنگجو مانے جاتے ہیں اسی طرح جھوجھ بھی ایک جنگ جو قبیلہ ہے۔ جبکہ جھوجھ کا مطلب ہندی پراکرت میں جنگ جو ہی ہے۔ دیکھیے صفحہ نمبر 409 لائن 6،

A Dictionary of Urdu , Classic Hindi & English (16)

پر، پراکرت ہندی کا مطلب۔

2۔ اس برادری کا ہند میں ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ قیام کی وجہ سے ان میں کچھ راجپوتی رسم رواج کا اثر پذیر ہونا ہے جیسا کہ بھات، چھو چھک، جھونٹ وغیرہ کی رسمیں سب وہی ہیں جو ہندو راجپوتوں میں موجود ہیں۔

3۔ جھوجھ کے نقش اور رنگ و روپ قدیم ہندی قبائل سے مختلف ہیں۔ اس لیے کہ جھوجھ عرب سے ایک ہزار سال پہلے اور راجپوت وسطی ایشیا سے پندرہ سو سال پہلے ہند آئے دونوں کے نقش قدیم ہندی قبائل سے مختلف ہونے کی وجہ سے دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔

4۔ جھوجھوں کے عادات اور خصائل بھی راجپوتوں سے ملتے ہیں۔ بات کے پکے اور آن بان والے۔ بھوکے ننگے رہنا منظور مگر کیا مجال کسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں یا اپنی بات کو نیچا ہونے دیں۔ کوئی کسی کے ہاں چھاچھ (لسی) مانگنے نہیں جائے گا کسی کو بھیجی ہو تو خود گھر دے کر جائے۔ کوئی عورت دوسرے کے ہاں، چاہے وہ کتنی ہی غریب

ہے، ملازمت نہیں کرے گی۔ کوئی ایسا کام آپڑے جس میں خواتین کی مدد کی ضرورت ہو تو بلاوا بھیجو سب آکٹھی ہو جائیں گی اور مفت کام کریں گی۔ پیسے دے کر کام کروانا ہو تو خدمت گاروں کی عورتوں کو بلاؤ برادری کی کوئی عورت نہیں آئے گی۔ دوکانداری اور بنیاگری معیوب خیال کی جاتی ہے اور ہر موضع میں ایک بندو بنیا اس کام کے لیے رکھا جاتا تھا۔ کھیتوں میں سبزی اگانا عیب تصور ہوتا تھا انکا یہ کہنا کہ یہ کام مالی اور کنجڑوں کا ہے۔ بھلا جھوجھہ یہ کام کیسے کر سکتا ہے۔ (ماخوذ "برن سے بنوں تک")

5۔ مزید ممکنات سے یہ بھی ہے کہ ان کا ذریعہ معاش پاک صاف یعنی بنیادی طور پر زمینداری اور کاشتکاری ہے۔ اور پیشے کے لحاظ سے پاکی اور طہارت والے کام تک محدود ہیں۔ مسلمان ذاتوں کی درجہ بندی میں یہ مزید چیزیں بھی خصوصیت رکھتی ہیں یعنی تعلیم، دولتندی، خواتین میں پردہ کا رواج اور ان کا باہر کھیتوں میں کام نہ کرنا وغیرہ۔ جو جھوجھوں میں موجود ہیں تو اس لحاظ سے جھوجھوں کی کچھ خصوصیتیں ہندو راجپوتوں سے ملتی ضرور ہیں۔ لیکن یہ راجپوت نہیں ہیں۔

نوٹ: میرے والد محترم نے مجھے بچپن میں بتایا تھا کہ ان کے دادا گلزار محمد صاحب نے کبھی خود ہل نہیں چلایا تھا۔ پرانے راجپوت اور برہمن بھی خود ہل چلانا معیوب سمجھتے تھے۔ یہ ایک خصوصیت بھی راجپوتوں والی ہمارے اجداد سے ملتی جلتی ہے۔

مندرجہ بالا وہ مماثلتیں جن کی وجہ سے جھوجھہ کے عنوان کے تحت اس تبصرہ کے صفحہ نمبر ۶۱ کی انگریزی تحریر میں جھوجھہ کو تمام ممکنات کے ساتھ راجپوت سمجھا گیا وہ بیان ہوئیں لیکن جھوجھہ کسی طور پر راجپوت نہیں۔ یہ ایک قیاس ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جھوٹے عربی النسل ہیں اور ہند میں سالار مسعود غازی کے ساتھ غزنی سے آئے۔

اب میں نجیب اللہ خان صاحب کی تحریر کے صفحہ نمبر ۶ لائن نمبر ۲۰ سے ۲۱ تک تحریر کی ہوئی ایک بزرگ کی روایت کو زیر بحث لاتا ہوں۔ (صفحہ کاریفانس مخطوطہ سے ہے) ”ہمارے بڑے گڑھ گجینی [غزنی] سے آئے، کسی بادشاہ کی فوج میں بھرتی ہوئے تھے بادشاہ نے اس علاقہ میں وہ تمام گاؤں ہماری ہی قوم کو دے دیئے جہاں جہاں آباد ہیں“

مندرجہ بالا روایت بڑی معنی خیز ہے یعنی ”کسی بادشاہ کی فوج میں بھرتی ہوئے تھے“۔ ”کسی بادشاہ“ کا نام نہیں لیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سالار مسعود غازی کا نام تاریخ سے غائب ہوا جس کی وجہ سلطان محمود غزنوی کی اولاد کی ہند پر حکومت اور سالار مسعود سے عناد کی خاطر یہ نام لینا جرم بن جاتا ہوگا۔ اسی لیے ”کسی بادشاہ“ لکھا گیا اور نام نہ لکھا۔

غزنی پر سلطان سبکتگین کے زمانہ سے غزنویوں کی حکومت ۹۷۷ء میں قائم ہو گئی تھی۔ پھر ان کے بیٹے سلطان محمود غزنوی نے ۹۹۸ء سے ۱۰۳۰ء تک حکومت کی اور ہند پر حکومت لاہور کے گورنر کے ذریعہ ہوتی تھی۔ سلطان محمود غزنوی کے بعد ان کے بیٹے سلطان مسعود غزنوی نے ۱۰۳۰ء سے ۱۰۴۱ء تک حکومت کی (۱۷) The Later: Ghaznavids by C.E. Bose Worth اسی دوران ۴۲۴/۱۰۳۴ء میں سالار مسعود

غازی کی شہادت بہرائچ میں ہوئی۔ (۱۸)

اب دو شخصیتوں کا ایک ہی نام، ایک ہی وقت میں یعنی سالار مسعود غازی اور

سلطان مسعود غزنوی۔ اب دو تلواریں ایک نیام میں۔ اسی لیے معلوم یہ دیتا ہے کہ سلطان مسعود غزنوی کے دور میں سالار مسعود کا نام لیا جانا ایک جرم بن گیا ہوگا۔ اسی لیے عوام الناس میں تو آپ کا نام روایتوں میں چلتا رہا لیکن کسی بھی ہم عصر تاریخ دان نے آپ پر کوئی تاریخ نہ چھوڑی۔ اور Name Survives but History has vanished والا حساب ہے۔ اگر ہم اوپر کی تحریر میں کسی بادشاہ کی جگہ سالار مسعود غازی کا نام لکھ دیں تو یہ میری تحقیق کہ جھوجھ سالار مسعود غازی کے ساتھ تقریباً ایک ہزار سال پہلے غزنی سے ہند آئے، کو تقویت مل جاتی ہے۔

اس روایت میں بادشاہ کا غزنی سے آنا تو ثابت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ غزنی سے کون کون سے لشکر ہند آئے تو اس میں پہلے سبکتگین نے کی پھر ان کا بیٹا سلطان محمود غزنوی اور ان کے بعد اسکی اولاد۔ یعنی یہ خاندان ۹۷۷ء سے ۱۱۸۶ء تک حکمران رہا۔ اور اسی دوران سالار مسعود غازی بھی ہند میں تشریف لائے اور ۱۰۳۴ء میں شہید ہو گئے۔

سالار مسعود غازی اور جھوجھ کا تعلق اس طرح بن جاتا ہے کہ جھوجھ اب تک سالار مسعود غازی کے لشکر کی راہ گذر پر آباد ہیں۔ (دیکھئے راہ گزر کا منسلک نقشہ صفحہ ۱۳۰) ۱۸۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق جھوجھ قبیلہ نے مندرجہ ذیل علاقوں میں اپنا نام درج کروایا۔ دیرادون، سہارن پور، مظفرنگر، میرٹ، بلندشہر، آگرہ، فرخ آباد، اتھ، بجنور، مراد آباد، شاہ جہان آباد، پبلی بھیت، کان پور، ترائی، سینتا پور، کھیری، فیض آباد، بہرائچ اور پرتاب گڑھ

Ref: The Tribes & castes of the North Western Provinces &

Oudh. (۱۹)

اس کے علاوہ موجودہ پاکستان پنجاب میں یہ قبیلہ دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر جنڈ میں ضلع اٹک کے پاس، میانوالی، سرگودھا، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان، ملتان، اوکاڑہ (تخصیل دیپالپور میں بارہ شہدا جھوجھہ کا مزار ہے)، بہاولنگر، بہاولپور، ساہیوال اور چیچہ وطنی میں اب تک موجود ہیں۔ نیز سندھ میں لاڑکانہ اور حیدرآباد میں جج کے نام سے، افغانستان میں جاجی کے نام سے صوبہ پکتیہ میں ضلع جاجی، صوبہ خوست میں جاجی میدان، صباری اور بک اضلاع میں، پاکستانی بارڈر کے ساتھ کرم ایجنسی میں بستے ہیں۔ یہ تمام علاقے میرے کتابی مشاہدے میں آچکے ہیں اور کچھ افغانستان کے جاجیوں سے جو کہ پاکستانی ہیں ان سے میرے رابطے ہیں۔

اب ہم کتاب سلطان الشہداء سے منسلک نقشہ جس پر سالار مسعود غازی کے لشکر کی راہ گزر دکھائی گئی ہے، صفحہ نمبر ۱۳۰ پر نظر ڈالتے ہیں۔

یہ لشکر غزنی افغانستان سے چلا اور دریائے کابل کو جلال آباد کے پاس سے عبور کرتے ہوئے پھر سوات ندی کو عبور کرتے ہوئے لاہور (پرانا) ضلع صوابی میں دریائے کابل اور سندھ کے ملاپ پر پہنچا۔ اور یہاں سے دریائے کابل کو عبور کر کے دریائے سندھ کے مغربی کنارے سے ہوتا ہوا، اٹک کے پار سے ہوتا ہوا میانوالی کے پار دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ڈیر اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان سے ہوتا ہوا اوچھ کے مقام پر پہنچا اور یہاں سے دریائے سندھ کے اس وقت کے پتن سے دریا کو عبور کر کے ملتان، دیپالپور، ساہی وال، بہاولنگر کے پاس سے گزرتا ہوا پاک پتن (اجودہن) پہنچا۔ اور پھر موجودہ پاک و ہند کی سرحد کو عبور کرتا ہوا انڈیا میں داخل ہو گیا۔ اور ٹھنڈا، سرسہ، حصار، پانی پت، ہانسی، اور رتھک کے نواح سے ہوتا ہوا دہلی پہنچا۔

دہلی سے میرٹھ جس کے قریب ہر دورا ضلع ہے اور دوسری طرف بلند شہر واقع ہے۔ پھر وہاں سے بجنور، سنبھل، مراد آباد، بدایوں سے ہوتا ہوا قنوج اور کان پور سے گزرتا ہوا لکھنؤ بارہ بنکی ہوتا ہوا بہرائچ پہنچا جس کے نواح میں ہی فیض آباد اور گونڈا اور ترائی کے ضلعے واقع ہیں۔ اور بہرائچ میں سالار مسعود غازی شہادت کے رتبہ کو پہنچے۔ نیز ایک معرکہ پرتاب گڑھ میں بھی ہوا تھا جس کے لیڈر قطب حیدر تھے اور یہ واقع کڑا اور مانک پور میں وقوع پذیر ہوا تھا۔

اب اگر ہم جھوجھ کی موجودہ آبادی کو اور ۱۸۹۱ء کی مردم شماری کی آبادی سے دیکھیں تو یہ ظاہر ہو جائے گا کہ جھوجھ قبیلہ اب تک اسی راہ گذر پر آباد ہیں جہاں جہاں سے یہ لشکر گذرا تھا۔ ابن خلدون کے مطابق سومیل کے علاقہ تک ہجرت ہو جاتی ہے جس کی وجہ زمین دریا برد ہونا، کسی بیماری کا پھیلنا وغیرہ ہیں۔ تو اس لحاظ سے نواحی علاقوں میں بھی جھوجھ موجود ہیں۔ نیز سالار مسعود غازی نے سترکھ سے جس جس علاقے میں Expeditions بھیجے وہاں بھی جھوجھ کا موجود ہونا اس بات کی علامت ہیں کہ جھوجھ سالار مسعود غازی کے ساتھ منسلک تھے۔ جس کی مثال پرتاب گڑھ ہے۔ (دیکھئے مرآة مسعودی نسخہ جھوجھ صفحہ نمبر ۹۱)

لہذا ہم مندرجہ بالا روایت کے مطابق کہ

”ہمارے بڑے گڑھ گجنی [غزنی] سے آئے، کسی بادشاہ کی فوج میں بھرتی

ہوئے تھے بادشاہ نے اس علاقے میں وہ تمام گاؤں ہماری ہی قوم کو دے

دیئے جہاں جہاں آباد ہیں“

بادشاہ سے مراد سالار مسعود غازی ہی لے سکتے ہیں جو غزنی سے ہی آئے تھے۔

اب جبکہ افغانستان کے جھوجھہ جو کہ جاتی کہلاتے ہیں اور جاتی میدان میں اب بھی بستے ہیں اور اپنے آپ کو عربی النسل قریشی کہتے ہیں، سے بھی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔

اب ہم اس روایت کی تصدیق کے لیے دوسری روایات لکھتے ہیں:

میرے بڑا آبا (تایا جان) رشید احمد قانون گو صاحب مرحوم سے یہ بات منسوب ہے کہ وہ اپنے اجداد کا افغانستان سے آنا بتاتے تھے۔

شہاب الدین غوری [جھوجھہ] بھی اپنے کتابچہ ”ترک اور ان کے مورث اعلیٰ“ (۲۰)، جو ۱۹۸۱ میں اشاعت پذیر ہوا، جس میں وہ صفحہ نمبر ۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ جھوجھہ سید سالار مسعود غازی کے ساتھی ترک مجاہدین کی اولاد ہیں“ (لیکن شہاب الدین صاحب اپنے آپ کو ترک ثابت نہ کر سکے ہیں اسی کے لئے اس تبصرہ میں صفحہ نمبر ۷ پر ایک سوالنامہ تحریر کیا گیا ہے تاکہ وہ جھوجھہ جو اپنے آپ کو ترک سمجھتے ہیں، مستند حوالوں سے اس کو ثابت کریں) اس وقت تو سوال یہ ہے کہ جھوجھہ غزنی سے آئے کہ نہیں اور اوپر کی تحریر سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ ہمارے بڑے غزنی سے آئے اور جس کو شہاب الدین غوری [جھوجھہ] صاحب کی تحریر سے یہ اخذ کرنا مقصود تھا کہ سید سالار مسعود غازی غزنی سے آئے تھے لہذا جھوجھہ غزنی سے ان کے ہمراہ ہند آئے تو اس طرح جناب نجیب اللہ خان صاحب نے جو روایت لکھی ہے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

جب جھوجھہ غزنی سے سالار مسعود غازی کے ہمراہ ہند آئے تو پورے قبیلہ نے کوچ نہ کیا بلکہ اب تک جھوجھہ، جاجی کے نام سے صوبہ پکتیہ میں ضلع جاجی، صوبہ خوست میں جاجی میدان، صباری اور بک اضلاع میں، پاکستانی بارڈر پر کرم ایجنسی میں

ہستے ہیں۔ لفظ حاجی کا مطلب منگولی زبان میں غیر ملکی کے ہیں جبکہ یہ عربی النسل غیر ملکی ہیں۔ اس ثبوت کے بعد تو کوئی شک ہی نہ رہ جانا چاہے کہ جھوجھ راجپوت ہیں۔ نیز ترک جھوجھ، بخارا جھوجھ، بھٹی جھوجھ کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔

سالار مسعود غازی شہید بہرائچ ہیں اور وہ بہرائچ میں مدفون ہیں اور پھر انکی بہرائچ میں شہادت کے بعد مرکزیت ختم ہونے کے بعد وہ علاقے، جو مال غنیمت میں حاصل ہوئے تھے وہاں جھوجھ اب تک آباد ہیں اور انہوں نے ایک مشکل وقت میں تحریک تحفظ نسل کے سبب، اپنی تاریخ چھپائی اور آہستہ آہستہ صحیح تاریخ مخفی ہو گئی پھر ایک عرصہ کے بعد اصل تاریخ مخفی ہو جانے کے بعد اپنی تاریخ کو اندھیرے غار میں تلاش کرتے رہے اور مختلف مفروضوں کی بنا پر کہیں ترک، کہیں راجپوت اور کہیں شیخ اور کہیں بھٹی اور کہیں خان کہلوایا اس طرح جھوجھ قوم مختلف مفروضوں سے اپنی تاریخی شناخت نہ ہونے کی وجہ سے دوسری اقوام کی نظروں میں سوالیہ نشان بن گئی اور حقارت کی نظروں سے دیکھی جانے لگی لیکن وہ لوگ بڑے جرأت مند تھے جنہوں نے جھوجھ نام نہ چھوڑا۔ جس کی مثال انگریزی کے اس جملہ سے عیاں ہے کہ The name remains but history has vanished۔ جھوجھ نام کو ساتھ لگائے رکھا لیکن دوسری قوموں میں بیٹھ کر کوئی مستند اور یکسانی والا جواب نہ دے پاتے جس سے انکی نظروں سے گرتے ہی رہے۔

مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات کہ جھوجھ راجپوت ہیں، کی نفی ہو جاتی ہے۔

لفظ کھوکھر کی حقیقت

جناب نجیب اللہ خان صاحب مرحوم کی تحریر کے صفحہ 7 کی لائن نمبر 7 کو زیر بحث لاتا ہوں۔ (ریفرنس مخطوطہ کی تحریر کا ہے)

”گو میں کھوکھر ہوں مگر رشتے ناٹے اسی غیر معروف قوم جھوجھے ہی

میں ہوتے آئے ہیں“

کھوکھر دو طرح سے مشہور ہیں، راجپوت کھوکھر اور قطب شاہی کھوکھر۔ محترم نجیب اللہ خان صاحب نے اسکی وضاحت نہیں کی۔ اگر وہ راجپوت کھوکھر ہوتے تو وہ راجپوتوں میں اس کا برملا اظہار فرماتے اور راجپوت کھوکھر کے طور پر ہی اپنی پہچان اور شناخت کرواتے لیکن انہوں نے جنموعد راجپوت سے ہی جھوجھے ہونے پر زور دیا ہے۔

کتاب مرآة اسرار (۲۱) کے صفحہ نمبر ۴۵۰ پر تحریر کیا ہے کہ ”گل رخ کھوکھر شہید دیگر شہدا کے ساتھ قصبہ سدھور میں مدفون ہیں ان کو پیر کہو کھریا کھوکھر شہید بھی کہتے ہیں ان کے مزار سے بہت لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں وہ سالار مسعود کے ساتھی تھے اسی طرح شیخ صدر اور شیخ بدر کے مزار قصبہ مدو سرائے اور کنور کے درمیان واقع ہیں۔“ دیپال پور ضلع اوکاڑہ پاکستان کے جھوجھوں کے پاس جو شجرہ نسب ہے اس میں شیخ صدر کا نام آتا ہے اور وہ حضرت عقیل کی اولاد سے ہیں۔ تو آپ دیکھیں کہ گل رخ شہید کھوکھر اور شیخ صدر اپنے وقت میں سپہ سالار مسعود غازی کے لشکر کے شہید ہیں اور انکی اولادوں میں رشتہ داریاں ہوئی ہوں گی جس کی وجہ جناب نجیب اللہ خان کے لیے ایک سوالیہ نشان بنی رہیں، باقی ان کا اپنے آپ کو کھوکھر لکھنا اور اپنی اس شناخت پر زور

نہ دینا، اور جھو جھ کو جنجوعہ سے سمجھنا، سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی جھو جھ نے کھوکھر راجپوت کے ہاں شادی کی ہو جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت تک قطب شاہی کھوکھر کی اصطلاح وجود نہ رکھتی تھی ورنہ گل رخ شہید کھوکھر کے نام کے ساتھ یہ اصطلاح لکھی جاتی۔ جھو جھ قبیلہ کا دیپاپور میں مقامی کافروں کے ساتھ معرکہ میں بارہ جھو جھ شہید ہوئے جنکی یادگار ایک ہزار سال سے موجود ہے۔ نیز دیپال پور کے جھو جھ قبیلہ کے بندوبست ۱۸۷۱ء میں (دیکھئے صفحہ نمبر ۷۱ پر) یہ درج ہے کہ وہ عربی النسل ہیں۔ جو بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانہ میں بنی ہاشم پر ظلم کی وجہ سے پہلے عرب سے افغانستان آئے اور پھر سالار مسعود غازی کے لشکر میں ہند آئے اور اب تک وہ سالار مسعود غازی کے لشکر کی راہ گزر پر ہی آباد ہیں۔ کھوکھر کے معاملہ پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

۷

لفظ چغتائی کی حقیقت

مخطوطہ کا صفحہ نمبر ۹ سطر نمبر ۱۸ اور ۲۰

”راجہ جنج کا بڑا بھائی راجہ جلیتو جو تخت گجی (غزنی) کا وارث تھا جسکی اولاد جگتائی کے لقب سے موسوم تھی جو مشرف اسلام ہونے کے بعد چغتائی خاندان کے لقب سے موسوم ہوئی“

یہ بات ایک بھاٹ نے محترم نجیب اللہ خان صاحب کو بتائی۔ بھاٹ کی بتائی ہوئی بات کا مستند تاریخ سے جانچنا ضروری ہے چغتائی مغلوں کی ایک گوت ہے۔ میں یہاں کتاب اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا از انجم شہباز (۲۲) کے صفحہ نمبر 475 سے یہ اقتباس نقل کرتا ہوں۔

”تاتارخان اور منگول خان حضرت نوح علیہ اسلام کی چھٹی اور یافت کی پانچویں پشت سے کیوک خان کے فرزند تھے۔ تاتارخان کے اولاد تاتاری اور منگول خان کی اولاد مغل کہلائی“

اب میں تاریخ اقوام پونچھ کشمیر از محمد الدین فوق (۲۳) کی کتاب کے صفحہ نمبر 236، 237 سے حسب ذیل عبارت نقل کرتا ہوں

”چنگیز خان بعمر 73 سال 25 سال حکمرانی کے بعد ماہ رمضان میں حسب ذیل چار فرزند چھوڑ کر انتقال کر گیا۔

- (۱) جوجی خان [جوجی خان کا انتقال چنگیز خان کی زندگی میں ہو گیا تھا]
- (۲) اوکتائے خان جو دلی عہد تھا اور باپ کے بعد قاآن یعنی شہنشاہ کہلایا

(۳) چغتائی خان

(۴) تولی خان

”چوغط خان یا چغتائی قوم اسی چغتائی خان کی اولاد اور اولاد اور اولاد کا نام

ہے۔ چغتائی کو چغتائی بھی مورخین نے لکھا ہے چنانچہ صاحب اویماق مغل

لکھتے ہیں ”چغتائی را بہ جیم عربی و جیم فارسی ہر دو سے نویسند“

لہذا یہ ثابت ہوا کہ لفظ چغتائی سے چغتائی نہیں بنا بلکہ چنگیز خان کے بیٹے چوغط خان

سے چغتائی ہوا اور چغتائی کسی طرح بھی یادو بنسی نہ تھے اور یہ اختراع ہندو دیو مالائی

قصوں میں منسوب ہوئی جسکا ذکر کرنل جیمز ٹاڈ کی کتاب Annal and Antiquates

of Rajhistan جلد اول صفحہ ۱۹۰ (انگریزی ایڈیشن) پر اس طرح کیا گیا ہے۔

"The Hindus, when conquered by the Mohamedans, naturally wished to gild the chain they could not break . To trace a common, though distant, origin with conquerors, was to remove some portion of the taint of dishonour which arose from giving their daughters in marriage to the Tatar Emperors of Delhi; and a degree of satisfaction was derived from assuming that the blood thus corrupted once flowed from a common fountain"

ترجمہ:

"ہندوؤں کو جب مسلمانوں نے [ہند میں] زیر کر لیا تو ہندوؤں نے اپنی خفت،

جو دلی کے تاتاری بادشاہوں سے اپنی لڑکیوں کی شادی کرنے سے جو داغ

لگا، کو کم کرنے کے لئے اس معاملہ پر ملمع سازی کر کے بات بنائی کہ ہم اور وہ [مغل بادشاہ] ایک ہی تخت سے ہیں گو یہ رشتہ دور کا ہی ہو۔ اس بات کو فرض کرنے سے خرابی نسل کی خفت کو کم کر کے ان کو یک گونہ دل میں تشفی و تسکین ہوتی تھی۔“

اس پیرا گراف پر حاشیہ بھی صفحہ نمبر ۱۹۰ پر موجود ہے جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے

”شجرہ لکھنے والے ہندو، تاتار کے مورث اعلیٰ ارغوخان کی موجودگی سے لاعلم ہیں اس لیے وہ چندرا اور چغتائی کا رشتہ نہیں جوڑ سکتے۔ لیکن برہمنوں نے نظریہ اگوان (تناخ) سے اس میں اس طرح جان ڈالی کہ اکبر کے جسم میں ہندو کی پاک روح حلول کر گئی جبکہ ان کے دشمن اورنگ زیب میں قسمت کے کھیل سے ایک شیطان کی روح، جو کہ کرشنا کا دشمن کل جموں (یعنی ہندوؤں کے مختلف ادوار جو کہ دنیا کے لیے مقرر ہیں) کے وقت ظاہر ہو گا۔ اکبر نے اپنے پرانے جنم کی جگہ جو کہ دریائے گنگا اور دریائے جمنا کے ملاپ پر واقع ہے، ان عبادت گاہوں کو کھدوایا جہاں وہ پہلے جنم میں توبہ کرتا رہا تھا جبکہ ہندو اورنگ زیب سے اتنے متنفر تھے کہ وہ ایک کل (ہندوؤں کے دنیا کے ادوار) پر ایک سفید جنگلی گھوڑے پر اس کی شکل میں آئے گا۔“

”جسلمیر کی تاریخ یہ بیان کرتی ہے کہ تمام ترک قوم، چغتائی یا دوہنسی ہیں لیکن جام جہا ریجا ساکن کچھ (kutch) کہتا ہے کہ وہ شاہ جمشید ایران جو کہ (حضرت) سلیمان کا ہم عصر تھا، کی نسل سے ہے یہ دعویٰ بڑے عجیب ہیں لیکن رانا (میواڑ) کا خاندان ایسی خام خیالی (جگتائی اور چغتائی) کو دخل

گناہ سمجھتا ہے"

راقم الحروف کے مطابق جنجوعہ کا جھوٹا سے کوئی تعلق نہیں بنتا تو پھر جگتائی اور چغتائی کی بحث ہی لا حاصل ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے بزرگ جناب نجیب اللہ خان صاحب کے وقت نشر و اشاعت کی سہولیات میسر نہ تھیں جو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی وجہ سے آج ہیں اس لیے وہ بھاٹ کی بات کو مزید تحقیق نہ کر سکے۔ میں جناب نجیب اللہ خان صاحب کے علمی کام کو آگے بڑھا رہا ہوں نہ کہ ان پر کوئی تنقید کر رہا ہوں میرے دل میں ان کا بہت احترام ہے کیونکہ ان کے اور میرے بڑوں کے تعلقات ایک زمانہ میں رہے اور ان بزرگوں کی وجہ سے سہارن پور اور بلند شہر کی جھوٹا برادری میں رشتہ داری بھی ہوئی۔

چغتائی، جگتائی سے نہیں تبدیل ہوا بلکہ چنگیز خان کے بیٹے چوغط خان سے اس کی اولاد چغتائی کہلائی۔

کیا جھوجھ ترک ہیں؟

کتاب ”کار جہاں دراز ہے“ از قرآۃ العین حیدر جن کا تعلق نہٹور ضلع بجنور سے ہے، نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵ پر تحریر کیا ہے۔ (۲۴)

”جاننا چاہیے کہ شمالی ہند پر تورانی فوجی تسلط کے دور اولین میں ترکمانستان و ایران کے مشائخ اور ملٹری ایڈونچرز انبوه درانبوه یہاں پہنچ رہے تھے اور اس ملک کے فیوڈل راجپوت سوسائٹی تہہ و بالا ہو رہی تھی۔

ان غیر محفوظ و متزلزل ایام میں مسلمان اور ہندو عوام کے لئے ان درویشوں اور ترک اور راجپوت فوجی سرداروں کا کچھ بیرو اور فوک بیرو بنانا گزیر تھا اس ”TRUMATIC“ عہد کی یاد دیرپا ہے۔ واضح ہو کہ اتر پردیش کے اکثر بوڑھے ہندو کسان اپنے پڑوسی مسلمانوں کو عادتاً آج تک ”ترک“ کہتے ہیں۔ اور سالار مسعود غازی، امیر حمزہ وغیرہ کے مہیر العقول کارنامے مسلمان کسان چوپالوں اور قصباتی بیٹھکوں میں آج بھی عقیدت و انہماک سے سنتے ہیں۔“

ضلع بجنور اور مراد آباد وغیرہ میں جو جھوجھ رہائش پذیر ہیں وہ زیادہ تر اپنے آپ کو جھوجھ کے ساتھ ترک اور شیخ کہلاتے ہیں۔ اس طرح کچھ جھوجھ ترکی النسل اور دوسرے عربی النسل (شیخ) ہو گئے جبکہ علاقائی طور پر ان کو ایک شناخت پر متفق ہونا چاہیے۔ شیخ تو ایک لقب ہے جو عربی میں کسی بڑے آدمی یا بزرگ کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن ترک تو ایک قوم ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جھوجھ کیا ترک قوم سے ہیں؟ اب مندرجہ ذیل سوالات ذہن میں آتے ہیں۔

۱۔ کیا کوئی شجرہ موجود ہے جو جھوجھ کو ترک ثابت کرنے کے لیے تقویت دے۔؟

۲۔ وہ کون سے مستند تاریخی حوالہ جات ہیں جن سے یہ ثابت ہو کہ جھوجھ ترک ہیں؟

۳۔ کیا جھوجھ نام ترکی زبان میں ہے؟

۴۔ ترک قبیلہ کی گوتوں میں جھوجھ کس شاخ سے ثابت ہوتے ہیں۔

۵۔ کیا مندرجہ بالا کتاب ”کار جہاں دراز ہے“ کے تحت ہی مسلمان ہونے کے ناطے

ترک مشہور ہو گئے یا جھوجھ تاریخ نہ ملنے کے سبب ترک کہلوا لیا؟

۶۔ پاکستان میں ضلع اوکاڑہ تحصیل دیپال پور میں جو جھوجھ تقریباً تیرہ قصبوں میں رہتے

ہیں اور ان قصبوں میں تمام افراد کا تعلق جھوجھ قوم سے ہے اور وہاں جھوجھ قوم کے بارہ

شہداء بھی مدفون ہیں ان کے ۱۸۷۱ء کے بندوبست میں وہ عربی النسل درج ہیں حضرت

عقیل بن ابوطالب سے شجرہ بھی موجود ہے۔ اس طرح تو جھوجھ تاریخ عربی النسل کی

طرف جاتی ہے نہ کہ ترک کی طرف۔ تو کیا اگر جھوجھ جو ضلع بجنور اور مراد آباد میں

رہتے ہیں ان کے پاس اپنے آپ کو ترک ثابت کرنے کے لیے کوئی مستند حوالہ موجود

ہے؟ جھوجھ قبیلہ افغانستان میں غزنی کے قریب گردیز کے علاقہ میں ابھی بھی رہتے

ہیں اور وہاں جاچی کہلاتے ہیں۔ پاکستان میں ضلع سرگودھا اور اوکاڑہ میں جھوجھ کہلاتے

ہیں۔ سندھ پاکستان میں جج اور جنوبی پنجاب پاکستان میں جھونج کہلاتے ہیں۔ تو اس

طرح جھوجھ تین ممالک یعنی پاکستان، افغانستان اور ہند میں موجود ہیں۔ لہذا سب کو

ایک ہی مشترکہ تاریخ اور ایک ہی ماخذ پر متفق ہونا چاہیے۔ مزید تحقیق اس کو مزید روشنی

دے گی لیکن مفروضوں پر تاریخ نہیں ہوتی۔ اس لیے ترک پر تحقیق سے ثابت کرنا ہوگا

پھر یہ بات تمام جھوجھ قبیلہ جو مندرجہ بالا تین ممالک میں بستے ہیں، کے لیے مستند ہوگی

ورنہ ایک علاقائی تاریخ مستند تاریخ کے سامنے ہیج ہوگی۔

بھٹینی یا بھٹی قبیلہ

محترم نجیب اللہ خان مرحوم نے بھٹی قبیلہ کا ذکر تحقیق کے مخطوطہ میں اس طرح کیا ہے۔
 ”میں خود اگرچہ اپنے بزرگوار سے سنتا آیا ہوں کہ ہم کھوکھر ہیں دوسرے
 بھٹینی اور جھوجھے، مگر یہ بات کوئی بڑا بزرگ بھی مجھے نہ بتلا سکا کہ کھوکھر کون
 ہیں بھٹینی اور جھوجھے کیا ہیں؟“

”گو میں کھوکھر ہوں مگر میرے رشتے ناٹے اسی غیر معروف قوم جھوجھے میں
 ہی ہوتے آئے ہیں۔ کچھ عرصہ سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ گو
 ہمارے کاغذات میں ہم راجپوت لکھے ہوئے ہیں مگر لفظ جھوجھے کیا معنی رکھتا
 ہے اور اس قوم کا نسلی، نسبی تعلق کس قوم سے ہے۔ دوسری ہمسایہ قومیں اس
 قوم کو کیوں بہ نظر حقارت دیکھتی ہیں؟“

مندرجہ بالا تحریر کے دوسرے نقاط پر تو تبصرہ اس کتاب میں درج ہے یہاں صرف
 بھٹینی قبیلہ پر تبصرہ مقصود ہے۔

بھٹینی قبیلہ کا نام اب بھٹی مشہور ہے جو ایک بہادر اور جنگ جو قبیلہ ہے۔ بھٹی
 قبیلہ یا دوہنسی راجپوت ہیں۔ یہ جسلمیر ریاست کے حکمران تھے بھٹیانایا بھاٹیا کا علاقہ
 جو کہ ضلع حصار اور گارا پر مشتمل ہے انہی کے نام پر کہلایا۔ اس قبیلہ کی تاریخ مندرجہ ذیل
 کتابوں میں بھی درج ہے۔ جو قاری دلچسپی رکھتے ہیں مزید تفصیل کے لیے پڑھ سکتے
 ہیں۔

(1) Annals and Antiquities of Rajasthan by James Tod. (Vol-I,

(2) Encyclopaedia of caste, customs, rites and superstitions of

Races of northern India By H.M.Elliot (Vol-I Page37)

مندرجہ بالا تحریر میں محترم جناب نجیب اللہ خان نے تین قبیلوں کا ذکر کیا ہے یعنی کھوکھر، جھوجھ اور بھٹینی۔ اپنی رشتہ داریاں جھوجھ میں ہونے کا ذکر بھی کیا اور اپنا جھوجھ ہونا بھی تسلیم کیا۔ کھوکھر اور جھوجھ پر اس کتاب کے دوسرے صفحات پر تبصرہ ہو چکا ہے لہذا صرف بھٹینی یا بھٹی پر تبصرہ مقصود ہے۔

بھٹینی یا بھٹی یا دوہنسی راجپوت ہیں اور یہ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے۔ جب کہ جھوجھ عربی النسل ہیں اور یہ قبیلہ اب تک میری معلومات اور شواہد کے مطابق انڈیا، پاکستان اور افغانستان میں بستا ہے اور جھوجھ قبیلہ میں کوئی غیر مسلم نہ ہے نہ تھا۔ یہ ہندو پاک میں سالار مسعود غازی کے ساتھ آج سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے آئے اس طرح یہ ہند میں بسنے والے پرانے مسلمان قبیلہ کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

بھٹی قبیلہ تیمور لنگ یا اکبر کے زمانہ میں مسلمان ہوئے۔ (درج شدہ دو کتابوں کے مطابق) اور مسلمان ہونے پر جھوجھ قبیلہ کے بھائی بن گئے لیکن ان دو قبیلوں کا نسب ایک نہ ہے۔ نسب اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اگر وہ جھوجھ لفظ عقیدت کے لحاظ سے اپنے ساتھ لگاتے ہیں تو وہ قبول ہے لیکن جھوجھ نسب وہ اختیار نہیں کر سکتے۔ اس کی مثال بخارہ جھوجھ سے بھی دی جاسکتی ہے نیز یہ ہی مثال ترک جھوجھ کی بھی ہے۔

دراصل عربی النسل جھوجھ قبیلہ تقریباً ایک ہزار سال سے پاک و ہند میں بس رہے ہیں اس دوران سالار مسعود غازی کے تبلیغی مشن کے تحت جس میں جھوجھ بھی

شریک رہے، کے زیر اثر جو قبیلے مسلمان ہوتے رہے وہ اپنی نئی شناخت کی خاطر اس قبیلہ کے قریب ہوتے گئے اور جھوجھ قبیلے کی طرف اور صرف مسلمان شناخت کی خاطر عقیدت میں اس کے سایہ میں آتے رہے اور مسلمان بھائی چارے کا فائدہ اپنی شناخت سے اٹھاتے رہے۔

ایک اور قیاس یہ بھی ہو سکتا ہے جس کی طرف محمد اعظم گلزاری صاحب نے ایک خط کی ذریعے میری توجہ دلائی کہ جب اکبر اعظم بادشاہ ہوا اور اس نے دین الہی مذہب کا اجرا کیا تو جھوجھ کٹر سنی مسلمان ہونے کے ناطے اس کے خلاف ہو گئے۔ اسی دوران اکبر کے اپنے پھوپھا خانخاناں سے اختلاف ہو گئے اور جھوجھ اس کی حمایت کرنے لگے تو اکبر جھوجھ کے خلاف ہو گیا اور ان کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن مشیروں کے سمجھانے پر، کہ اگر ان کو قتل کر دیا گیا تو تمام مسلمان اکبر کے خلاف ہو جائیں گے اور حکومت میں افراتفری پھیل جائے گی۔ اس نے جھوجھ قبیلہ کو دہلی سے دور بھیج دیا یعنی سہارن پور، مظفرنگر، مراد آباد، بلند شہر اور بجنور میں۔ ان کی فوج میں بھرتی بند کر دی گئی اور زمین داری میں الجھا دیا گیا۔ خانخاناں کوچ پر بھیجا اور بعد میں اس کو قتل کر دیا۔ یہ بات مکہ مکرمہ میں 1985ء میں میرے محترم چچا جناب ڈاکٹر عبد المجید گلزاری مرحوم نے بھی مجھے بتلائی تھی کہ اکبر بادشاہ اپنے مذہب دین الہی کی مخالفت کرنے پر جھوجھ قبیلے کے سخت خلاف ہو گیا تھا۔

اسی دوران پنجاب سے ایک مرد مجاہد عبد اللہ بھٹی عرف دلا بھٹی جو کہ پنڈی بھٹیاں پنجاب پاکستان کے رہنے والے تھے انہوں نے بھی دین الہی کی وجہ سے اکبر سے بغاوت کی اور اسی وجہ سے 26 مارچ 1589ء سولی چڑھ کر شہید ہوئے اور میانی

صاحب قبرستان لاہور میں ان کا مزار ہے۔

پنجاب پاکستان میں اب تک یہ قصہ لوک گیتوں میں پڑھا جاتا ہے جس کو پنجابی زبان میں لوک واراں کہا جاتا ہے۔ (یہ مواد کتاب ”ڈئے دی بار“ از اسد سلیم شیخ سے ماخوذ ہے)

اب ایک تحقیقی نظر عبد اللہ بھٹی پر ان کے کردار کی وجہ سے جس کا اثر جھوجھ قبیلہ پر ہوا، ڈالتے ہیں انٹرنیٹ پروکی پیڈیا پر جھوجھ کے متعلق یہ مواد گردش کر رہا ہے کہ عبد اللہ بھٹی روڑ کی گذشتہ ضلع سہارن پور کے علاقہ میں گئے۔

یہ تو مجھے کہیں سے ثابت نہ ہو سکا کہ عبد اللہ بھٹی تاریخی طور پر روڑ کی تشریف لائے ہاں ایک چیز یہ ضرور ہے کہ دین الہی کی مشترکہ مخالفت ہونے پر دلا بھٹی کی شخصیت سے جھوجھ قوم کی عقیدت ہوئی اور کچھ جھوجھ اپنے آپ کو بھٹی جھوجھ کہلانے لگے۔ یہ تو قبول ہے لیکن نسب کے لحاظ سے جھوجھ عربی النسل ہیں اور بھٹی راجپوت ہیں اور چونکہ نسب اللہ تعالیٰ کی دین ہے لہذا عقیدت کے طور پر بھٹی جھوجھ قبول ہیں لیکن نسبی طور سے نہیں۔ ویسے جو بھٹی قبیلہ کے مسلمان ہیں وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اور بھٹی ایک معزز اور بہادر قبیلہ ہے۔

جو افراد جھوجھ قبیلے سے بھٹی قوم کی تاریخ سے واقف ہیں ان کے لیے عرض ہے کہ تحقیقی طور پر اگر وہ اپنے آپ کو بھٹی جھوجھ نسبی طور پر سمجھتے ہیں تو ان کو بھٹی قبیلہ میں جھوجھ گوت تلاش کر کے ثابت کرنا ہوگا اور میرے دروازے مزید تحقیق کے لیے ہمیشہ کھلے ہیں۔

قبیلہ جھوجھ اور بخارہ

جیسے کہ گزٹیر آف اودھ میں ذکر ہوا کہ سید سالاری بخارے گوپاماؤ ضلع ہردوئی کے علاقہ میں سید سالار مسعود غازی کے لشکر کے ہمراہ میر سید عزالدین معروف لال پیر کی قیادت میں رہے اور کافروں کے حملہ کے وقت شہید ہو گئے لیکن ان کی اولاد میں سے چھ افراد گزٹیر کے ذریعے ضابطہ تحریر میں آ گئے جس سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے جد اعلیٰ لشکر میں جھوجھ قوم کے ساتھی رہے۔ تو اس طرح بخارہ مسلمانوں کے ساتھ، جھوجھ قبیلہ کا ایک ہزار سال پرانا ساتھ رہنے کا رشتہ نکلتا ہے۔

اب دوسری بات جو کہ ایلیٹ کی کتاب میں درج ہے کہ شہاب الدین غوری کے زمانہ میں بخارہ مسلمان ہوئے، غلط لگتی ہے۔ سید سالار مسعود کا لشکر، شہاب الدین غوری سے پہلے آیا جبکہ بخارہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ میرا قیاس ہے کہ یہ سید سالار مسعود کے ہاتھ پر ہی مسلمان ہونا شروع ہو چکے تھے۔ کیوں کہ سید سالاری بخارہ تولہ کے نام سے گوپاماؤ میں محلہ تھا۔

اب جھوجھ ایک عربی النسل قبیلہ ہے اور یہ سید سالار مسعود کے ساتھ غزنی سے ہی لشکر میں موجود تھے اور اب بھی گردیز صوبہ افغانستان میں جاجی کے نام سے بستے ہیں اور دیپال پور ضلع اوکاڑہ پاکستان میں ان کے بارہ شہدا جو تقریباً ایک ہزار سال پہلے شہید ہوئے، کا مزار موجود ہے اور جھوجھ قبیلہ قریشی ہاشمی کے طور پر جانا جاتا ہے۔

میرے علم کے مطابق بخارہ قبیلہ اب بھی ہندو اور مسلمان دونوں ہیں جب کہ جھوجھ قبیلہ میں آج تک کسی بھی ہندو کی نشان دہی نہ ہو سکی جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ

برصغیر میں مسلمان ہی کی حیثیت میں آئے۔ تو یہ فرق ظاہر کرتا ہے کہ بنجارہ قبیلہ ہندی النسل ہے اور جھوجھ قبیلہ عربی النسل ہے۔

تو میرے مطابق اگر کوئی بنجارہ اپنے آپ کو بنجارہ جھوجھ کہلاتا ہے تو یہ پرانے تعلق اور عقیدت کی وجہ سے ہے اور قبول ہے ہاں اگر وہ جھوجھ نسب کو اپنانا چاہتے ہیں تو یہ ممکن اس لیے نہیں ہے کہ نسب اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور اس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا ویسے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

کچھ لوگ ترک جھوجھ بھی کہلاتے ہیں۔ شاید اس کی علاقائی طور پر ضرورت ہو لیکن نسب کے معاملہ میں شریعت پر ہی عمل کرنا ہوگا ورنہ باپ تبدیل کرنے پر حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ اس لیے ترک جھوجھ پر تحقیق کی ضرورت ہے۔ اور میرے دروازے تحقیق کے لیے کھلے ہیں۔

سلطان الشہداء (سید سالار مسعود غازی): از، انجینئر سمیع الدین

(علیگ)

سن اشاعت 2008ء

ناشر: مرکز حبیب برائے تحقیق و تصنیف، بلقیس ولا، حبیب باغ،

بھمولہ اسٹریٹ: علی گڑھ 202002

میں

جھوجھ قبیلہ کی تحریر پر تبصرہ از زبیر احمد گلزاری

مجھے یہ کتاب تقریباً تین سال قبل دست یاب ہوئی۔ کتاب کے مطالعے سے فراغت کے بعد میں نے مولف سے رابطہ کیا اور کتاب میں جھوجھ قبیلے سے متعلق ان کی تحقیق پر انھیں توجہ دلائی اور مسلسل ان سے رابطے میں رہا اور کئی بار جھوجھ قبیلے پہ ان کی تحقیق کے بارے میں ان سے بات ہوئی۔ اب چوں کہ راقم کی تالیف تاریخ جھوجھ آخری مراحل میں ہے اور کتاب کا ایک باب ان تمام کتب یا آراء کے تنقیدی جائزے پر مشتمل ہوگا سو ذیل میں انجینئر سمیع الدین صاحب کی تحقیق کا جائزہ پیش خدمت ہے:

سلطان الشہداء کے صفحہ نمبر ۵۶ پہ لکھا ہے:

”لکھنؤ کے پرگنہ ملیح آباد کے انٹ گڑھی، مال، پارا، دارنگر وغیرہ میں جو ”بھڑ“ رہتے تھے انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعد میں ”جھوجھے“

کہلائے اسی طرح کھرانواں (پرگنہ ملیح آباد) میں ”ارکھ“ قبیلے کے جو لوگ رہتے تھے انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔“

سمیع الدین صاحب سے پہلی بار ٹیلی فونک مکالمے میں انھوں نے بتایا تھا کہ ان کے پیش نظر ۱۹۰۴ء کا نول کا گزیٹیر تھا۔ یہ عرض کرتے ہوئے کہ راقم کے پیش نظر ۱۸۷۷ء کا گزیٹیر بھی ہے۔ بہر حال میں ۱۹۰۴ء کے گزیٹیر کی تحریر یہاں نقل کرتا ہوں جس کے صفحہ ۱۳۹ پر جھوجھ کا ذکر ہے سلطان الشہداء کے صفحہ ۵۶ کے حاشیے پر یہ ۱۹۹ لکھا ہے۔ اس صفحے پر صرف ”ارکھ“ قبیلے کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے۔ جبکہ جھوجھ پر متعلقہ تحریر گزیٹیر کے صفحہ ۱۳۹ پر مندرجہ ذیل ہے:

“There is a curious, but widely-spread, belief that the invader [Sayed Salar Masud] converted many of the inhabitants of the Malihabad parag — ana, and that they were known as Jhojhas: There are many old sites in the paragana, such as those at — Antgarhi, Mal, para and Dilawarnagar, which are universally ascribed to the Jhoj — has, although they do not differ in any way from the — ordinary Bhar Mouds.”

ترجمہ: ان (جھوجھ کے نسب) کے متعلق ایک اشتیاق پایا جاتا ہے لیکن

عام طور پر یہ روایت ہے کہ حملہ آوروں کی وجہ سے (سالار مسعود غازی کے لشکر) ملیح آباد پرگنہ کے رہائشیوں نے مذہب تبدیل کر لیا اور وہ جھوجھ کہلاتے ہیں۔ اس پرگنہ میں پرانی آبادیاں ہیں جیسے انٹ گڑھی، مال، پارا اور دلاورنگر وغیرہ، جو کہ جھوجھ سے منسوب کی جاتی ہیں جبکہ وہ بھرقوم کے ٹیلوں سے مختلف نہیں ہیں۔“

انگریزی تحریر کا لفظ Curious توجہ طلب ہے لغت میں اس کے یہ معانی ملتے ہیں:

Eager to Know or learn:- Example quoted:- Curious about the origin of Ma—nkind or we can interpret —ate, like this in our case :-curiousabouttheorigineofJhojhas.

انگلش/ اردو لغت میں اس کے معانی لکھے ہیں: مشتاق، جاننے کا شوق، متجسس مذکورہ بالا اقتباس میں جو ۱۹۰۴ء کے گزٹیر سے نقل کیا گیا ہے اس میں کوئی حتمی بات جھوجھ کے نسب یا بنیاد کے متعلق تحریر نہیں جب کہ سلطان الشہدائیں اس اقتباس سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ راست نہیں بلکہ شاید تحقیق میں احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا گیا جس سے جھوجھ قبیلے کے بارے میں ان کی تحقیق ”تاثریامی رود دیوار کج“ کا مصداق بن گئی۔

راقم الحروف چوں کہ خود جھوجھ قبیلے سے تعلق رکھتا ہے اور چالیس سال

سے اس قبیلے پر تحقیق کر رہا ہے لہذا میں اس لفظ کو بہت ہی باریک بینی سے لیتا ہوں جبکہ مولف کتاب سلطان الشہد اس قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے لہذا انہوں نے عمومی مفہوم تحریر کیا ہے لیکن اس طرح میری تمام محنت پر پانی پھر سکتا ہے اگر میں اس کو اسی طرح جانے دیتا۔ لہذا یہ تحریر اسی وجہ سے لکھی گئی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اس تحریر سے میرا مقصد ہرگز یہ نہ ہے کہ میں مولف کتاب سے متاثر نہ ہوں کیونکہ کتاب سلطان الشہد بہت اچھی معلومات اور نقشوں اور فوٹوؤں سے مزین ہے اور بہت محنت اور عرق ریزی کی عکاسی ہے اور مولف کتاب سے میری اچھی واقفیت ہو چکی ہے جو انشاء اللہ جاری رہے گی۔

مولف نے کتاب سلطان الشہد کے حصہ اول میں "بقلم خود" کے تحت صفحہ نمبر 7 پر تحریر کیا ہے کہ

”البتہ احقر اس خیال کا ہے کہ کبھی بھی کسی کتاب کے بارے میں اس کے ہر پہلو سے مکمل ہونے کا دعوا نہیں کیا جاسکتا۔ ہر شخص کا اپنا نظریہ، اپنا معیار اور اپنی سوچ ہوتی ہے اسی کے چشمے سے وہ کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے۔ چنانچہ زیر نظر کتاب کی بابت اگر کسی قاری کا مشورہ یا رائے خواہ وہ تنقیدی ہی کیوں نہ ہو، ہے تو اس سے براہ کرم مع اپنے نام و پتہ سے مطلع فرمائیں جس کے لیے احقر ان کا شکر گزار ہوگا اور اگر زندگی نے وفا کی تو ضمیر میں اس کو شامل کر لیا جائے گا۔“ تو اس ہی تحریر کو مد نظر رکھ

کر بندہ نے جسارت کی ہے امید ہے یہ تصحیح مؤلف کی آنے والی کتاب
 ”تذکرہ گنج ہائے گراں مایہ“ میں ہو جائے۔

اب میں صفحہ نمبر 97 کی تحریر کی طرف آتا ہوں۔ پہلی سطر پر تحریر ہے کہ
 ”اس سلسلہ میں قیاس آرائیوں کے لیے کچھ ٹھوس ثبوت موجود ہیں جیسے
 گنج دارانگر سے شیر پور تک گنگا کے کھادر میں مسلمان جھوجھا (۱) کی ایک
 بڑی آبادی کا پایا جانا اور اس علاقہ میں کافی تعداد میں ”نوگزا پیروں“
 کے مزارات کا ہونا“۔

یہ تحریر سید سالار مسعود کی راہ گزر کے تعین کے لیے ہے جس میں جہاں
 جھوجھا اب بھی آباد ہیں تو اس راہ گزر کو قرین قیاس سمجھا گیا ہے۔
 اسی صفحہ پر حاشیہ میں (۱) کے تحت تحریر ہے کہ

”بھر اور اس کے ہم پلہ قبیلوں جیسے ”آہیر“، ”لودھ“، ”کتھہ بائیس“،
 ”ارکھ“، ”تھارو“، ”بھٹنی“، ”پاسی“، ”مراؤ“، ”کرمی“ وغیرہ میں جو لوگ
 سید سالار مسعود غازی کی تبلیغ پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے وہ
 ”جھوجھا“ کہلائے۔ دارانگر سے چاند پور کے جن مواضع میں
 ”جھوئے“ رہتے ہیں۔ وہاں دیگر قبیلے جیسے ”جاٹ“، ”گوجر“، ”اہیر“
 آباد ہیں۔ یہ قابل ذکر ہے کہ بجنور ضلع میں جو ”جھوجھا“ قبیلے کے لوگ
 رہتے ہیں۔ وہ اپنے نام کے ساتھ ”شیخ“ لگاتے ہیں اور بلند شہر کے

جھوٹے اپنے نام کے ساتھ خان لگاتے ہیں۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ سب جھوٹے ایک ہی ہندو Caste سے دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے بلکہ یہ سب مختلف لیکن ہم پلہ ہندو Caste سے سید سالار مسعود غازی کے دور میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ تفصیل احقر کی آنے والی کتاب ”تذکرہ گنج ہائے گراں مایا“، جلد اول ”تاریخ دودمان عالی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔“

اب میں حاشیہ کی تحریر پر مندرجہ ذیل تبصرہ کرتا ہوں۔

مجھے نہیں معلوم کہ یہ حاشیہ جو لکھا گیا اس کا ریفرنس کیا ہے؟ اگر مولف کتاب سلطان الشہد ا کا یہ ایک قیاس ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ میرے پاس اس Subject پر بہت سا مواد موجود ہے لیکن چونکہ ایک غلط فہمی کو ہی دور کرنا ہے لہذا یہاں پر مختصر بیان کرتا ہوں۔

اوپر لکھی گئی ہم پلہ قبیلوں میں جس سے جھوٹا کے مسلمان ہونے کا مفروضہ لکھا گیا ہے ایک ذات ”پاسی“ ہے اور بھر سے بھی مسلمان ہونا صفحہ نمبر 56 کتاب سلطان الشہد ا میں تحریر ہے اب دیکھیں کہ انگریز نے 1877ء کے گزٹیر آف دی پروونس آف اودھ کی جلد دوم کے صفحہ نمبر 429 پر تحریر کیا ہے۔

Malihabad Paragna-Tahsil Malihabad District Luckanow.

"If these Jhojhas were converted pasis or Bhars, they were after wards cruelly abandoned by their fierce proselytizer

for the Paragana was subsequently overrun by Rajput Tribes of Gahilwar, Bamhan Gaur, Nikumbahs, Gautams, and Janwars ."

Cruelly:- بیدردانہ۔ سنگدل۔ بے رحم۔ سفاک

Fierce:- تند۔ تیز۔ آتش مزاج۔ پر جوش۔ خونخوار۔ خونریز۔ درندہ صفت

Proselytizers:- کسی غیر مذہب والے کو اپنے دین میں لانا، کسی کا عقیدہ بدلنا، معتقد بنانا، اپنے دین میں داخل کرنا، مذہب تبدیل کروانا

ترجمہ:- ”اگر ان جھوجھ نے پسی یا بھر سے مذہب تبدیل (مسلمان ہوئے) کیا تو اسکے بعد ان درندہ صفت لوگوں نے جنہوں نے انہیں اپنے مذہب میں داخل کیا، انہیں بے آسرا چھوڑ دیا۔ چونکہ پرگنہ پر راجپوتوں نے قبضہ کر لیا جن میں گھلڑ وال، نحمہان گور، نلمبھاس، گوتم اور جانور شامل تھے۔“

انگریز نے اس کو اگر (if) لکھ کر ایک قیاس ہی ظاہر کیا ہے تو کتاب سلطان الشہدائیں اسکو حتمی لکھ دیا گیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انگریز کے لیے یہ ایک قیاس ہے کہ جھوجھ پاسی یا بھر سے مسلمان ہوئے۔

اس سے پہلے اس تحریر میں یہ بھی 1904ء کے گزٹ پیر کے صفحہ نمبر 139 کی تحریر کے تبصرہ میں یہ بات آچکی ہے کہ جھوجھ کے متعلق ان کے نسب یا بنیاد کے متعلق تجسس ہے۔ تو متجسس ہونا اور بات ہے اور حتمی طور پر لکھنا اور بات ہے۔ اس

تحریر میں انگریز کے قیاس کرنے کی ایک وجہ یہ بھی رہی کہ تقریباً ایک ہزار سے بارہ سو سال پہلے جن قصابات میں جھوجھ رہے اس میں پہلے بھر آباد تھے پھر ان پر جھوجھ کا قبضہ ہو گیا تو انگریز نے قیاس کیا کہ جھوجھ بھر سے مسلمان ہوئے کیونکہ ان کو تو یہ پتہ ہی نہ تھا کہ جھوجھ تو سالار مسعود غازی کے لشکر کے ساتھ غزنی سے آئے اور اودھ کے علاقے کے علاوہ پنجاب پاکستان میں انکے بارہ شہید اس زمانے کے موجود ہیں جو دیپالپور تحصیل ضلع اوکاڑہ کے موضع بھائی کے لال چند جس کا نام سکھوں کی پنجاب پر حکومت سے پہلے شہید انوالہ تھا اور جھوجھ قبیلہ اس زمانہ سے اب تک یہاں بستا ہے اور 13 دیہات اب بھی انکی ملکیت ہیں جو کہ اس زمانہ کی دھول قبیلہ سے مال غنیمت میں انکو حاصل ہوئے تھے دھول قوم اب مسلمان ہیں اور اب تک اس قوم کے لوگ اس واقعہ سے آگاہ ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ انکے 120 افراد قتل ہوئے تھے جبکہ بارہ جھوجھ شہید ہوئے۔ اس لیے جھوجھا قبیلہ کے متعلق صرف ضلع لکھنویا اودھ صوبہ یا یوپی انڈیا سے تاریخ نہیں نکل سکتی یہ قبیلہ اب تک افغانستان، یوپی انڈیا اور پاکستان میں رہتا ہے۔ اور اس کی تاریخ کو یوپی انڈیا والے لکھاریوں کو Out of Box جا کر اس کو محیط کر سکتے ہیں جس کی کوشش راقم الحروف پرانی کتابوں اور حالیہ مشاہدات سے کر رہا ہے۔ اور جلد ہی تاریخ جھوجھ آجائے گی۔ میں چند نقطے جھوجھ کے متعلق یہاں لکھے دیتا ہوں تاکہ آنے والے لکھاری ان کو مد نظر رکھیں۔

ۛ یہ ایک عربی النسل قبیلہ ہے جس کا ثبوت محکمہ مال کا دیہ پالپور کے جھجھ
 قصبات کا ریکارڈ ہے جس میں اقبال مالکان کے عنوان سے درج ہے کہ یہ قبیلہ
 عرب سے آیا۔ راقم الحروف کے پاس اس سے متعلق محکمہ مال کی Attested
 Copies موجود ہیں۔

ۛ افغانستان میں یہ قبیلہ جاتی، پنجاب پاکستان میں جھجھ اور سرانکی بیلٹ
 پنجاب میں جھونج، سندھ پاکستان میں حج اور یوپی انڈیا میں جھوجھ کہلاتا ہے جبکہ
 یہ سب عربی لفظ جھجھ سے علاقائی تلفظ میں بدل جانے کی وجہ سے اس طرح
 کہلائے۔

ۛ یہ تمام کے تمام ان جگہوں پر اب تک آباد ہیں جہاں سے سید سالار
 مسعود غازی کا لشکر گزرا۔ نہ کہ صرف اودھ یوپی میں۔ بلکہ غزنی سے بھڑانچ تک۔
 یہ مختصر نوٹ میں نے ثانیاً لکھ دیا اب میں دوبارہ انگریزی کی تحریر پر آتا ہوں کہ اس
 نے قیاس ظاہر کئے نہ کہ حتمی طور پر کچھ لکھا۔ پاسی اور بھر کے متعلق قیاس ہی ہے،
 جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

اب باقی اہیر قبیلہ ہے تو اہیر تو اب بھی پاکستان میں آہیر ہی کہلاتے ہیں۔
 اور حاشیہ صفحہ 97 کے تحت ہی پہلے تو اہیر کو جھوجھ لکھا، بعد میں اہیر کو علیحدہ اہیر ہی
 لکھا تو بات بنتی نظر نہیں آتی۔ بہر حال اہیر کبھی بھی جھوجھ نہیں ہو سکتے کیونکہ اہیر
 ایک Aboriginal یعنی قدیم ہندی النسل ذات ہے اور جھوجھ عربی النسل۔

ارکھ کے متعلق انگریز نے 1904ء کے گزٹیر میں صفحہ نمبر 199 پر ذکر کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے

These Janwars state that at an early date the southwest of the paragna was held by Arakhs, who appear to have become Musalmans aftersaiyidsalarinvasion."

اب یہاں اور اودھ کے پورے گزٹیر 1877ء میں کہیں یہ درج نہیں کہ ارکھ جھوجھ کہلوائے۔ یہ تو ایک قیاس ہی ہو سکتا ہے کہ ارکھ جھوجھ ہوئے۔ اب میں بھر کے تمام ہم پلہ کو، قاری کے لیے صفحہ نمبر 97 سے قبیلے یہاں دوبارہ درج کر دیتا ہوں۔

۱۔ بھر، ۲۔ اہیر، ۳۔ لودھ، ۴۔ کتھ بائیس، ۵۔ ارکھ، ۶۔ تھارو، ۷۔ بھٹی، ۸۔ پاسی، ۹۔ میراؤ، ۱۰۔ کیرمی، ان دس ہم پلہ ذاتوں کا جو ذکر ہے تو اس سے اب تک میں بھر، اہیر، ارکھ، پاسی یعنی چار ذاتوں پر تبصرہ کر چکا۔ اب لودھ، کتھ بائیس، تھارو، بھٹی، مراؤ اور کرمی رہ گئے تو میں جھوجھ ہونے کے ناطے حدیث مبارک کے مطابق، اپنے جد کی پہچان کی خاطر یہ سوال کرتا ہوں کہ یہ کہاں سے قیاس لیا گیا کہ یہ لوگ جھوجھ کہلائے تاکہ میں اپنی اصل کو پہچان پاؤں۔ اگر مولف کتاب سلطان الشہدا یا کوئی بھی اس پر رائے زنی کر سکے تو اس کو توجہ سے پڑھا جائے گا جو کہ جواب نہ آنے پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جھوجھ قبیلے کا ان ذاتوں سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔

مفروضوں پر تاریخ نہیں بنتی ہاں Research methology کے مطابق قیاس قائم کر کے یا تو انہیں منطق اور شواہد کے مطابق پرکھا جاتا ہے اور اگر ثابت ہو جائیں تو ماننا پڑتا ہے ورنہ دلائل دے کر رد کر دیا جاتا ہے۔ حاشیہ کی تحریر کہ جھوجھ بجنور ضلع میں شیخ کہلاتے ہیں اور بلند شہر میں خان۔ تو اس پر تبصرہ تاریخ جھوجھ میں آئے گا جو کہ جلد آنے والی ہے۔ تبصرہ ختم کرنے سے پیشتر میں گزٹیرز کی مختلف عبارتیں یہاں اکھٹی لکھتا ہوں کہ جھوجھ کے متعلق انگریزوں نے قیاس ہی کیے ہیں کہیں بھی حتمی طور پر فیصلہ نہ دیا ہے جیسا کہ سلطان الشہدا کے مؤلف نے ترجمہ کرتے ہوئے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مندرجہ ذیل ریفرنس گزٹیر آف دی پراونس آف اودھ سے لیے گئے ہیں۔ جو کہ 1877ء کا ہے اور تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

1. It seems probable that this Jhojha tribe were once the aboriginal Bhars who, with no leader of their own, after the invasion and defeat of their Raja Kans, of Kansmandi, by Sayyad Salar, Yielded to the threats of Muslims, and Embraced their faith. This is the only way of accounting for them. They are the last people that remain in tradition, and no other Muslim invasion taking the shape of crescentade is known.

(page 433 Vol-III line 27).

It seems probable سے ظاہر ہو گیا کہ یہ ایک قیاس ہے۔ نیز ہلالی پرچم کی بات بھی غور طلب ہے۔ جس پر ایک ضمیمہ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۸ پر دیکھیں۔

2. If these Jhojha were converted pasis or Bhars, they were afterword (Page 429, Vol-II, line 16)

پیرا گراف کے شروع میں If یعنی اگر لگانے سے یہ بھی قیاس ہو گیا۔

3. Mr. Butts thinks they are converted Bhars..... (Page 601 vol, Line 26)

Mr. Butts Thinks یعنی مسٹر بٹ کا خیال ہے تو یہ بھی قیاس ہی ہے۔ یاد رہے کہ

مسٹر بٹ کے متعلق صفحہ نمبر 354 جلد دوم پر لکھا ہے Mr.H.H. Butts Assistant

Comissioner جس سے ظاہر ہوا انہی مسٹر بٹ نے ہی اپنا قیاس لکھا ہے۔

انگریز نے کسی طور بھی کہیں بھی حتمی تاریخ جھوجھہ کی نہ دی ہے۔ تو

انگریزوں کی تحریروں سے یہ اخذ کر کے جھوجھہ کے متعلق حتمی بنا دیا جائے تو تاریخ مستند نہ ہوگی۔

تو یہاں میں کتاب سلطان الشہد ا میں جھوجھہ کے ذکر پر اس دعا کے ساتھ

یہ تبصرہ فی الوقت ختم کرتا ہوں۔

”رَبِّ ذُنَىٰ عِلْمَا“

وَاللّٰهُ عَالِمٌ بِالْحَقِيقَاتِ وَالصَّوَابِ

احتجاجی نوٹ:-

مجھے پتہ چلا ہے کہ حال ہی میں "مذکرہ گنج ہائے گراں مایہ" اشاعت پوزیر ہو گئی ہے اور میں نے گذشتہ صفحات کی تحریر مصنف کو بھیجی تھی اس کو نظر انداز کر کے دوبارہ اُن ہی غلطیوں کو جھوجھ کے متعلق دہرا دیا گیا ہے۔ جس میں مصنف کو مندرجہ ذیل اغلاط کی نشاندہی کر دی گئی تھی۔

۱۔ گزٹیرز کا ترجمہ کرتے ہوئے انگریز نے جو قیاس کیا اسکو حتمی طور پر تحریر کر دیا۔

۲۔ سلطان الشہد ا کے صفحہ نمبر ۹۷ پر جھوجھ کو ان ذاتوں میں لکھنا جن سے ان کا کوئی تعلق نہ ہے جن پر ان کی توجہ دلائی گئی تھی جو اب اس کتاب کے صفحہ ۹۸ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

۳۔ بجنور میں اس برادری کا شیخ جھوجھ اور بلند شہر میں خان جھوجھ کہلوانا پر اعتراض۔ جس کا جواب اس کتاب میں صفحہ نمبر ۳۰ پر دیا گیا ہے۔

نامعلوم مصنف جھوجھ قبیلہ سے کیوں متنفر ہیں۔ مصنف یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ غلطی پر ہیں پھر بھی لفظوں کو ہیر پھر کر غلطی ماننے کو تیار نہ ہیں خود تو قیاس کو حتمی بنا کر لکھ دیا اور لکھتے ہیں کہ ابھی جھوجھ پر حتمی تحقیق نہ ہوئی ہے۔ تاریخ میں کوئی لفظ، لفظ آخر نہیں ہوتا۔ لیکن جھوجھ کا جو نقطہ نظر اُن تک پہنچ گیا تھا اور یہ وعدہ بھی کر لیا تھا کہ آئندہ کتاب میں یہ غلطیاں ٹھیک کر دوں گا تو پھر بھی وعدہ ایفا نہ کیا۔ کم از کم اپنے قیاسات کے ساتھ جھوجھوں کا بھی نظر یہ لکھ دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں جھوجھ قبیلہ کی محبت ڈال دے یا پھر انہیں جھوجھ قبیلہ پر صحیح معلومات نہ ہونے پر ان کو ناجائز تحریروں سے روک دے۔ امین

اختتامیہ

جناب محترم نجیب اللہ خان صاحب کے رسالہ التحقیق پر یہ تبصرہ آج ہم پر یہ ظاہر کر رہا ہے کہ انہوں نے جو اپنے بزرگوں سے پوچھ کر یہ لکھا کہ ہمارے بڑے گڑھ گجنی (غزنی) سے آئے اور انہوں نے ایک نشانی روایت لکھ کر چھوڑی وہ ثبوت کے درجہ پر پہنچ گئی کہ افغانستان میں بسنے والے ہمارے قبیلہ سے، جو کہ وہاں جاچی کہلاتے ہیں، ان میں سے جو پاکستانی ہیں ان سے مورخہ ۱۶-۲-۲۰۱۳ کو میری ملاقات پر انہوں نے بتایا کہ وہ عربی النسل قریشی ہیں نیز میرے والد صاحب مرحوم کا ہمارے بچپن میں ہمیں بتانا کہ ہم عرب سے آئے اس کی تصدیق دیا پاپور میں بسنے والے جھجھ قبیلہ سے میرے ایک ہزار سال کے وقفہ کے بعد ملک محمد دین جھجھ صاحب سے ۲۰۱۰ میں ملاقات پر ان کا قریشی ہاشمی کہلانے سے ہو گئی نیز ان کے محکمہ مال کے بندوبست ۱۸۷۱ء سے بھی کہ ”ہمارے بڑے کسی باعث عرب سے آئے“ نیز وہاں ہمارے بارہ شہیدوں کے مزار سے بھی جو سالار مسعود غازی کے لشکر کے ہمراہ غزنی سے آئے اور دیا پاپور میں شہید ہوئے۔ نیز دیا پاپور میں جو شجرہ شادیوں پر پڑھا جاتا ہے وہ حضرت عقیلؓ تک ہے۔ پاکستان میں جھجھ قبیلہ کے جناب ملک محمد دین جھجھ صاحب اس قبیلہ کے امیر ہیں اور انہوں نے ہر مرحلہ پر میری راہنمائی فرمائی ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

افضل گڑھ ضلع بجنور سے عمران احمد نے بھی مجھے بتایا کہ اس علاقہ کی دوسری برادریاں جھجھ کو عرب بدو کہتے تھے تو یہ بھی عرب ہونے کی ایک نشانی ہوئی۔

اب تک میری تحقیق یہ ثابت کر رہی ہے کہ جھجھ ایک عربی النسل قبیلہ ہے۔

مزید تحقیق کے لیے تحریری تنقید کے دروازے کھلے ہیں۔

میں جناب نور العلیم پڑپوتے جناب نجیب اللہ خان صاحب کا بھی بے حد مشکور ہوں کہ وہ ہر قدم پر میری مدد فرماتے ہیں۔ آئیے ہم محترم نجیب اللہ خان صاحب کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

تاریخ ایک سائنس کا درجہ اختیار کر چکی ہے اور محقق روایتوں، مستند تاریخی کتابوں سے اور تاریخی مقامات اور عوام کی موجودہ صورت حال کا مشاہدہ کر کے، کڑیاں ملا کر تاریخی پیچیدگیاں دور کرتے ہیں۔ لہذا یہ تبصرہ اسی کو بنیاد بنا کر لکھا گیا ہے۔ کسی طرح بھی اس کو ذاتی یا جذباتی تنقید نہ سمجھا جائے اور میرے لئے مزید تحقیق کے دروازے کھلے ہیں۔

میں ایک کتاب تاریخ جھوجھ چھپوانے کا ارادہ رکھتا ہوں جس کے لئے کافی مواد تیار ہے۔ میں اپنی برادری سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ ایک متفقہ نتیجے پر پہنچا جائے تاکہ جھوجھ قبیلہ کی ایک مستند تاریخ اس جدید دور کی مطابقت سے سامنے آجائے۔ مجھے امید ہے کہ برادری میری راہنمائی کرے گی۔

شکریہ

زبیر احمد گلزاری
اسلام آباد۔ پاکستان

فون: 0300-8549927

02-03-2013

ہلالی پرچم کے تحت ہونے والے معرکے - Crecentade

گزٹیر آف اودھ ۱۸۷۷ء میں سالار مسعودی غازی کی متعلق لکھتے ہوئے صفحہ نمبر 68 جلد دوم پر ہردوئی پر گنہ ضلع رائے بریلی کے عنوان کے تحت یہ تحریر ہے۔

" There is a ruined fort here which was built by Ibrahim Sharqi. There is also a tomb here Erected to one Agha, who accomparied Syed Sallar Masaud on his crecentade ⁽¹⁾ and was killed at this place"

ترجمہ: یہاں ایک قلعہ کے آثار باقی ہیں جو ابراہیم شرقی نے بنوایا تھا نیز یہاں پر ایک مزار بھی ہے جو آغا (ارشد) نامی شخص کا ہے جو کہ سید سالار مسعود کی ہلالی پرچم کے تحت معرکہ آرائی میں شامل تھے اور اس مقام پر مارے (شہید) گئے۔

ایک اور عبارت جس میں ہلالی پرچم کے تحت معرکہ آرائیوں کا ذکر ہے وہ مندرجہ بالا گزٹیر کے صفحہ نمبر 601

جلد اول میں جھوجھ قبیلہ پر بحث کرتے ہوئے اس طرح درج ہے۔

" They (Jhojhas) are the last people that remians in traditional, and no other Musalman invasion ^{taking} from of a crecentade known."

ترجمہ: ”یہ (جھوجھ) آخری لوگ ہیں جو کہ روایتوں میں اب تک موجود ہیں اور اس کے علاوہ کوئی اور مسلمان حملہ جو کہ ہلالی پرچم کے تحت ہوا ہو نہیں جانا جاتا۔“

ہلال یعنی چاند کو دین اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اسلامی کیلنڈر چاند کے

ساتھ منسلک ہے جب کہ عیسائی مذہب میں یہ سورج سے منسلک ہے۔

جنگوں میں عیسائیت کے جھنڈوں پر صلیب کا نشان ہوتا ہے اور مسلمانوں کا ہلال۔ اکثر اسلامی ممالک کے پرچم پر ہلال کا نشان ہے جیسے ترکی اور پاکستان وغیرہ۔ مندرجہ بالا پہلی تحریر سے تو یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید سالار مسعود غازیؒ کی معرکہ آرائیوں کو ہلالی پرچم (یعنی دین اسلام کی تبلیغ) کے تحت قرار دیا گیا اور دوسری تحریر میں بھی یہی مفہوم ہے لیکن جھوجھ کے متعلق یہ بیان کہ وہ آخری لوگ ہیں جو روایتوں میں رہ گئے اور پھر ہلالی پرچم کی معرکہ آرائیوں کا ذکر عبارت مبہم بنا دیتا ہے جس سے کوئی شفاف نتیجہ نہیں نکلتا۔ کچھ صاف صاف لکھنے سے احتراز برتا گیا ہے یا ناقص معلومات کے باعث ایسا لکھا گیا۔

ناقص معلومات اس وجہ سے کہ جھوجھ قبیلہ عربی النسل ہے نہ کہ ہندی النسل۔ اور یہ سالار مسعود غازی کے لشکر کے ہمراہ غزنی افغانستان سے ہند آئے اور یہاں ہلالی پرچم کی معرکہ آرائیوں میں شامل رہے اور جھوجھ غازیوں اور شہیدوں میں سے ہیں۔ بارہ شہید جھجھ (جھوجھ) قبیلہ دیپاپور ضلع اوکاڑہ پاکستان اس کی مثال ہیں۔

در اصل جھوجھ قبیلہ خود ہلالی پرچم کی معرکہ آرائیوں میں شامل رہے اور وہ لوگ روایتوں میں اس لحاظ سے رہ گئے ورنہ مندرجہ بالا انگریزی تحریر میں وہ کسی نسبت سے روایتوں میں رہ گئے صاف ظاہر ہی نہیں ہوتا۔ نسبت ہلالی پرچم کی ہی ہے۔

1) Crescentade: A Religious War for Islam chambers's Twentyth Century

dictionary-page 248-thanks Syed Mansur Aaqil, Islamabad.

حوالہ و حواشی

۱. نورالعلیم، ٹیلی فونک مکالمہ از زبیر احمد گلزاری، بلند شہر، ۲۰۱۱ء
۲. آپ شاہ محمد نبی رضا خاں ملقب بہ اسد جہانگیری و معروف بہ دادا میاں (۲۵ ربیع الاول ۱۲۸۴ - ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ / ۲۷ جولائی ۱۸۶۷ - ۲۵ مارچ ۱۹۱۱ء) کے خلیفہ تھے۔ (عنایت حسین خان، شاہ محمد، اعجاز جہانگیری، بریلی، مطبع محمود المطابع، سن، اول، ص ۲۰) شاہ عبدالشکور کے تفصیلی احوال کے لیے دیکھیے:
- شکوری، جمیل احمد شاہ، مشعل راہ، کراچی، ابراہیم خان جمیلی شکوری، ستمبر ۲۰۰۶ء، اول
- شکوری، مستان شاہ، ذکر تاج الاولیاء، لاہور، قاضی سنز پبلشرز، فروری ۱۹۷۶ء، اول
۳. باور، میجر رفیع الدین، برن سے بنوں تک، راول پنڈی، یونیورسٹی بک ڈپو، ۱۹۸۶ء، ص ۸۸
۴. منصور عاقل، سید، گلاؤٹھی، مکتبہ اتحاد المصنفین - ۱۳ سٹریٹ ۱۳، سیکٹر ۷/۲، اسلام آباد جون ۱۹۹۸ء، ص ۵
۵. نورالعلیم

6. Gazetteer of Saharanpur by HR Novels 1909.

7. Elliot, H, M, Encyclopedia of caste, customs, Rites and superstition of the Races of northern India, Delhi, sumit publication, 1985, 1/298

8. James Tod, Annals and antiquities of Rajhistan, 1/190

(2-Volumes)

Published by: Oriental Book,

Reprint Corporation, 54 Rani Jhansi Road, New Delhi -110055

Distributors: Munshi Ram munoharal publishers Pvt Ltd

- 54 Rani Jhansi Road New Delhi -110055 India

Originally Published in 1829-32 First India edition 1983,

Urdu Translated (Tareekh Rajhistan) 2-volumes

Nashir: Indus Publication, Fared Chamber Abdullah Haroon Road, Karachi 1991.

9. Elliot, 1/138

۱۰. باور، ص ۱۸۲

۱۱. ایضاً، ص ۱۸۷

۱۲. ایضاً، ص ۱۷۶

۱۳. ایضاً، ص ۱۰۴ تا ۱۶۹

۱۴. منصور عاقل، ص ۳۵

۱۵. ایضاً، ص ۳۶

16. A Dictionary of Urdu, classical Hindi and English by JHON. PLATTS, MA, Fourth Impression, LONDON, crosby Lockwood AND SONS. 7 stationers' Hall court, Ludgate Hill, E.C, 1911

17. The later Ghaznavids by C.E. Boseworth (page before Introduction)

۱۸. مرآة مسعودی، نسخہ جھوجھہ ص ۱۱۸

19. The tribes and castes of North Western Provinces and Oudh
Page 58 Vol II.

۲۰. ترک اور ان کے مورث اعلیٰ از محمد شہاب الدین غوری [جھوجھہ] پیسیٹ پورہ۔
دیبا سرائے۔ ستمبر ۱۹۸۱ء، ضلع مراد آباد، صفحہ ۷۔

۲۱. چشتی، شیخ عبدالرحمان، مرآة الاسرار، اردو ترجمہ، مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی
صابری، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۱۴۱۲ھ، ص ۴۵۰

۲۲. شہباز، انجم سلطان، اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا، جہلم، بک کارنز، ص ۴۷۶

۲۳. فوق، منشی محمد الدین، اقوام پونچھ، لاہور، مشتاق بک کارنز، ص ۲۳۶-۲۳۷

۲۴. حیدر، قرۃ العین، کار جہاں دراز ہے، لاہور، مکتبہ اردو ادب، س ن، ۱/۳۵

۲۵. یادگار رونق تحقیق الانساب۔ ۱۹۵۰ء، ص ۱۲۶، ۱۲۷

کتابیات

باور، میجر رفیع الدین، برن سے ہنوں تک، راول پنڈی، یونیورسٹی بک ڈپو، ۱۹۸۶ء
چشتی، شیخ عبدالرحمان، مراۃ الاسرار، اردو ترجمہ، مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی
صابری، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۱۴۱۲ھ

حیدر، قرۃ العین، کار جہاں دراز ہے، لاہور، مکتبہ اردو ادب، سن

شکوری، جمیل احمد شاہ، مشعل راہ، کراچی، ابراہیم خان جمیلی شکوری، ستمبر ۲۰۰۶ء، اول

شکوری، مستان شاہ، ذکر تاج الاولیاء، لاہور، قاضی سنز

پبلشرز، فروری ۱۹۷۶ء، اول

شہباز، انجم سلطان، اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا، جہلم، بک کارنر،

عنایت حسین خان، شاہ محمد، اعجاز جہانگیری، بریلی، مطبع محمود المطابع، سن، اول

فوق، منشی محمد الدین، اقوام پونچھ، لاہور، مشتاق بک کارنر،

منصور عاقل، سید، گلاوٹھی، مکتبہ اتحاد المصنفین ۱۳- سٹریٹ ۱۳، F-7/2 اسلام آباد جون ۱۹۹۸ء

Elliot, H, M Encyclopaedia of cast, customs, Rites and
superstition of The Races of northerm India, Delhi, Sumit
publication 1985. KD/6A, Ashok Vihar Delhi 110052- First
Published 1870- Indian Reprint 1985.

James Tod , Annal and antiquates of Rajhistan.

یادگار رونق تحقیق الانساب مولفہ سید رونق علی صدیقی

سلطان الشہدا (سید سالار مسعود غازی از انجینئر سمیع الدین (علیگ) ناشر مرکز حبیب برائے

تحقیق و تصنیف بلقیس ولا، حبیب باغ، بھمولہ سٹریٹ، علی گڑھ انڈیا۔ سن اشاعت ۲۰۰۸ء

عكس هائے حوالہ جات

ء

وزارت تعلیم پنجاب (پاکستان)



مڈل سکول امتحان برائے طالبات

یہ سند اس امر کی ہے کہ حسین طاہرہ بنت میان الوداعی نے

مذہب رسد تاریخ پیدائش 1955-12-30 ساکنہ محل

تحویل کیا ہے ضلع جہلم سٹریٹ نمبر 1230

ایسڈ وار کی حیثیت سے مڈل سکول امتحان برائے طالبات مقررہ ذیل

مرضی میں کامیاب ہو کر درجہ میں پاس کر لیا ہے۔

- ۱۔ اردو
- ۲۔ حساب
- ۳۔ خانہ داری
- ۴۔ گھریلو شہکار داری
- ۴۔ وینیات
- ۵۔ گھریلو شہکار
- ۶۔
- ۷۔

مڈل سکول سے پاس کیا
بطور پرائیویٹ ایسڈ وار

طالبہ نے یہ امتحان

Atina Ahmad

رجسٹرڈ محکمہ رائے امتحانات

وزارت تعلیم پنجاب (پاکستان)

موزعہ 1955

لاہور



یا نگار بارہ شہدائے محمد (جیو تحسہ) قبیلہ موضع شہیدانوالہ (موجودہ بھائی کے لال چچا) تحصیل و پال پور ضلع کوٹاکاڑہ، پاکستان

عمید قبیلہ عربی نسل ہے۔ اس قبیلے کے بہت سے افراد شہید بھارتی (۱۹۴۷ء) کے لشکر کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔ یادگار پوٹا اسی قبیلے کے بارہ شہدائے چچا جو سالار سورو غازی کے لشکر میں شامل تھے اور اس جگہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

تعمیر نو: جنوری ۲۰۱۳ء۔ زیر اہم نگراوی

عکس اصل متن مخطوطہ

التحقیق

بسم

الحق

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

٤

یہ اللہ اعجاز و حضور مثنیٰ جو ہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے
مکمل ہیں اور کیا جو ان کا جو ہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے
حقیقت و جان کہ ہم را جہوت سے فریاد آئیں بیلز میں کسی شایع سے کار ایک

کی جہوت سے فائدہ ایسے مدار

جو ایسے یا بندہ سیر و اللہ روح کی بفر قوم اصلاح اور کلمت سے فائدہ

یہ حال دلائل اور اثر ایک ایسے میں اگر انہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے
تو اگر اثر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے

انہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے
انہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے

انہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے

انہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے

انہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے

انہر کجی سے ایک حد تک بفر قوم اصلاح اور کلمت سے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَشْكُرَهُ لَوْلَا رَحْمَةُ رَبِّنَا لَكُنَّا مِنَ الْخَاسِرِينَ
وَالصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَكْبَرُ

مَعْرُوفٌ بِاللَّغْوِ وَالصَّلَاةُ لِلصَّالِحِينَ

دو کتابیں ہیں جن کا نام ہے

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذر و انشی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا

انا الوم لم عند الله العلم

لو پیدا کیا ہے تو میں ایک - مرد اور عورت کے اور بنا دیے

تو خاندان اور اعلیٰ شاخیں - پتے سے اور گتھ - کہ ساخت کے جاگو

حق بنے اور ایک - خور ہی سے جو مقلی ہو

ار ذات و قدر لا شریک - محبودینا منسنا و خلقنا خلق حقیقی

ملا عمر حقیقی سے نہ نہ و قدر - پر خور فرمان موی و اورات عالم کو پیدا کرے

نسالی کی ایک مرد اور ایک عورت - بی اوم و عوا - پر بنا پارشی

پیدا کیا - پر ایک نسل انسانی کی خاندانوں پر شاخوں پر تقسیم تو ما و یا کہ

پیدا کرے ایک وید شریک - و زریں کا عیار قائم رہے - اس عیار کے

حق کا قیام کو رہتا اور بارشبی م اوم اور حوائف ہو گتھ - مردان اور بیانات انسانی کا

ساتھ ساتھ دوسرا بھیار شرافت اتفاقاً یعنی عصمت و طہارت نور و دیدیا
 از تقسیم اور اگر بھیار کے قائم کرنے میں ایک بڑا فرقہ بھی ہے کہ اسی ایک انسانی میں
 ہے۔ کمزور خاندان یا اسکی شاخے۔ یعنی نہیں یا رکھا گئے دنیا میں اپنے اعمال حسنہ اور عبادت
 پسندیدہ کے سبب دینی اور دنیاوی ترقی کے مدارج پہلے سر کیے عروج و اقتدار
 حاصل کر لیتے ہیں دنیا میں عظمت اور شہرت حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اسکی شاخے یا خاندان کے
 نام لیا وقتہ وقتہ اپنے عروج و ارتقاء کے زعم میں مغرور خود پسند بن جاتے ہیں اور جو کم
 یا خاندان یا کمزور خود پسند بن گئے تو میدانِ جہاد میں کلمہ ظالم پیدا دینا اللہ اور بے
 عقل و بے بصارت بھر پور ہے۔ سو کہنے کے بغور خود پسند بننا اللہ کی بے پرواہی ہے
 اور ظلم کا پیدا ہے۔
 پس نور خود پسند ز ظلم و بے عقلی سے بعد ہی ذوالفطریٰ مرقہ عیوب ہیں جو کی صاحبِ عظمت و
 اقتدار خاندان کے نام لیا وقتہ وقتہ دشمن خدا دشمن مہرہ طانی خدا پیدا دیتے ہیں
 جیسا کہ یہ بتواتر ہے کہ قوم یا خاندان کی ایک ذوالفطریٰ عظمت و شرافت روزالت ایسے
 بدل جاتی اور وہ عظمت انہی ایمان جیاتی ہے ~~اور وہ عظمت طہارت~~
 شکستہ رہا حکومت جو نور سے ظالم ہے اگر قوم یا خاندان کی عطائی تین اسکی ملک کے
 کسی دگر قوم کے خلاف منتقل ہو جائے نہیں۔ جو نور سے ظالم رہتا تو وہ ذوالفطریٰ نہیں اگر
 ان کو اسے کہہ دوں گے تو نہ مانے کی نظر دے کر جاتا ہے۔
 جسے ہم قرآن مجید فرقان عید کی تلاوت سورہ یوسف کے بعد تم نیشکون تاکر کر کے نہیں اور پوری
 پوری قوم کے عروج و زوال کے تصور و تصانیف جو انہیں بیان فرما رہے ہیں تو بیچ میں نکلتا ہے جو کہ
 غصے بیان کیا۔ ~~نقد و تمام ہر فرما نام~~
 علیٰ محکم تصانیف ترقی کا نسبت طائفہ کا انشا ہے کہ قوم انہیں
 اور بہت سی بہتیاں ہیں تاکہ ظالم تر افعال میں اور ان کے کہہ دوں قوم پیدا کرے۔ ~~انہی تمام~~

6
عصر اور صبح کے بعد یہ تقریبیں ہوتی تھیں اور ان کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی۔
یہ کارنامے اور تقریبیں صبح سے شام تک جاری رہتی تھیں اور ان کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی۔
ان تقریبوں کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی اور ان کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی۔

7
میں خود اکثر قریباً بیس ہزار کوئی لاکھ تک لوگوں کو جمع کیا اور ان کے لئے کھانا اور شراب بھی لگائی۔
یہ کارنامے اور تقریبیں صبح سے شام تک جاری رہتی تھیں اور ان کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی۔
ان تقریبوں کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی اور ان کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی۔

8
میں نے اکثر قریباً لاکھ تک لوگوں کو جمع کیا اور ان کے لئے کھانا اور شراب بھی لگائی۔
یہ کارنامے اور تقریبیں صبح سے شام تک جاری رہتی تھیں اور ان کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی۔
ان تقریبوں کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی اور ان کے بعد نماز اور دعا پڑھی جاتی تھی۔

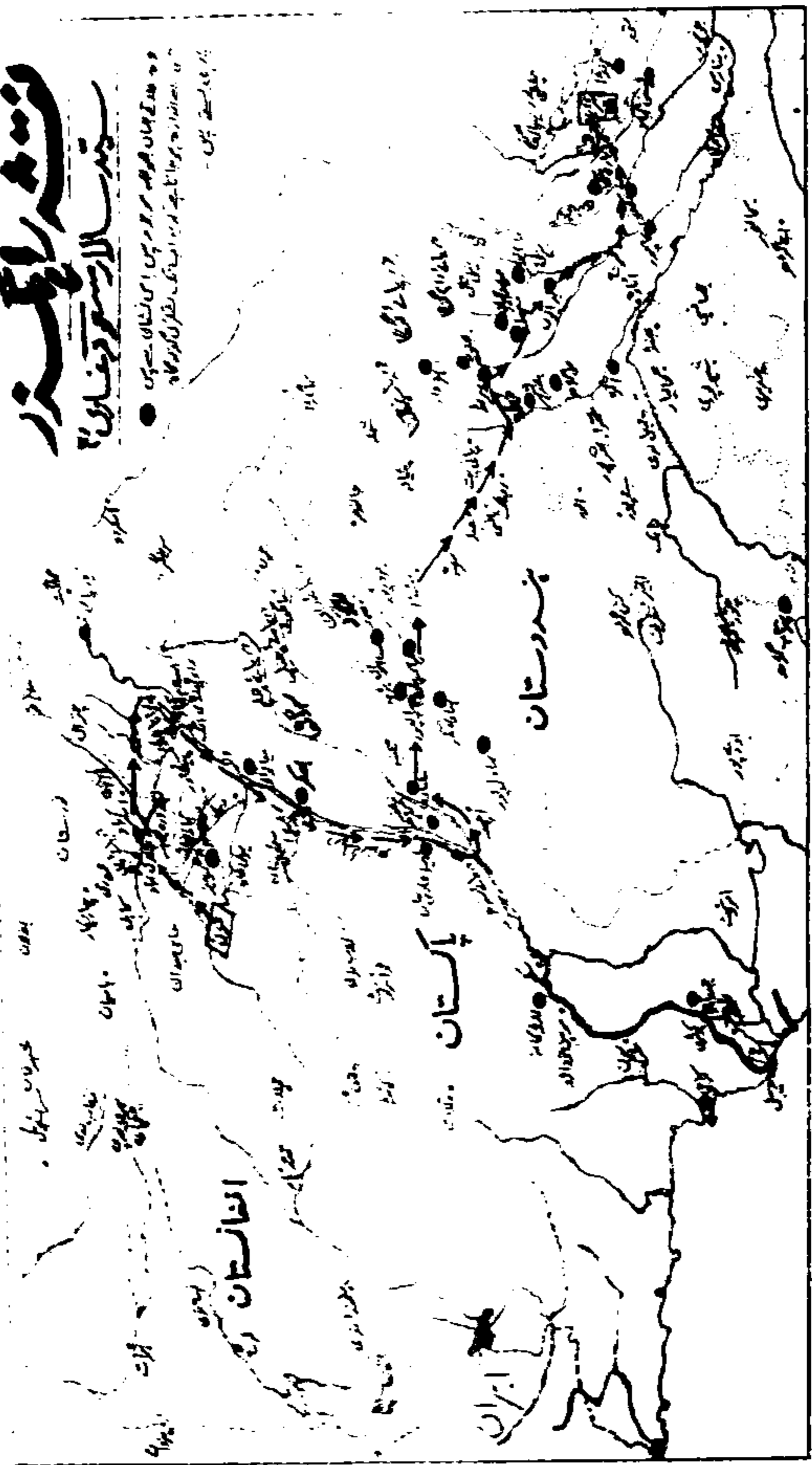
8
 نقدی قدر متغیر و پیرایہ کر دیا اور ~~...~~ ایسے صدایہ و حدیث کے
 حالت میں ایسے زندگی سے فاعلاً و فکر کر اور ہمیں ~~...~~ ایسے کی شہرت
 خود پیش کی تو ہم نے ایسے تاہم ~~...~~ ایسے کی شہرت
 کہ نہیں کیوں ہو گا و درتہ ایسے تاہم ~~...~~ ایسے کی شہرت
 میں نے مختلف برصورت انواع اتنی کلمہ کی کہ ~~...~~ ایسے کی شہرت
 دیا اور صورت ~~...~~ ایسے کی شہرت
 ایسے کی شہرت ~~...~~ ایسے کی شہرت
 تو ہے جو کچھ تاہم کیوں بہت ہے ~~...~~ ایسے کی شہرت
 خاندان و در کالم ایسے کی شہرت ~~...~~ ایسے کی شہرت
 ہر ایسے کی شہرت ~~...~~ ایسے کی شہرت
 تو ہونا تاہم ~~...~~ ایسے کی شہرت
 ایک میں ~~...~~ ایسے کی شہرت
 یاد ہونا ~~...~~ ایسے کی شہرت
 یہ کہ ~~...~~ ایسے کی شہرت
 دراصل ~~...~~ ایسے کی شہرت
 اور ~~...~~ ایسے کی شہرت
 کہ ~~...~~ ایسے کی شہرت
 تمام ~~...~~ ایسے کی شہرت
 اب ~~...~~ ایسے کی شہرت
 تو ~~...~~ ایسے کی شہرت

صلوات الله وسلامه وبركاته عليه
 في يوم الاثنين من شهر ربيع الأول سنة ١٢٩٠
 في داره بمكة المكرمة
 في يوم الاثنين من شهر ربيع الأول سنة ١٢٩٠

تہذیب و تمدن

الہ آباد سے قندھار تک

● جو جگہ پر نشان لگایا گیا ہے وہاں پر تہذیب و تمدن کا اثر ہے۔
 ○ جو جگہ پر نشان لگایا گیا ہے وہاں پر تہذیب و تمدن کا اثر ہے۔
 ○ جو جگہ پر نشان لگایا گیا ہے وہاں پر تہذیب و تمدن کا اثر ہے۔



مشرق سے ہندوستان تک کا تہذیب و تمدن کا سفر۔

پیش لفظ

(از شمیم عالم خان ایڈووکیٹ سابق نائب وزیر)

صوبہ اتر پردیش کے دیہات میں ایک وسیع برادری آباد ہے جسے عوام جھوجھ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ برادری جفاکش اور بہادر ہے۔ زیادہ تر لوگ کھیتی باڑی میں مصروف ہیں۔ یہ لوگ ضلع سہارن پور، مظفرنگر، بجنور کے علاوہ ضلع بلندشہر اور غازی آباد [میں آباد] ہیں۔ [یہ] اپنے آپ کو مسلمان راج پوت کہتے ہیں اور سرکاری کاغذات میں بھی یہی اندراج ہے۔ کہیں یہ لوگ اپنے آپ کو شیخ اور کہیں ترک اور کہیں پٹھان اور کہیں چودھری کہتے ہیں۔

اسی برادری کے ایک ہونہار اور روشن دماغ محسن گزرے ہیں، جن کا انتقال اکتوبر ۱۹۳۰ء میں ہو گیا تھا۔ ان کو اپنی برادری سے بہت محبت تھی اور اس کی تعلیم و ترقی کی بے انتہا خواہش تھی۔ انھوں نے اپنی برادری کے متعلق ایک کتابچہ تحریر کیا تھا جو راقم الحروف کو اس کے والد کے انتقال کے بعد ان کے کاغذات میں ملا، جس کو عوام کے لیے بالعموم اور جھوجھ برادری کے لیے بالخصوص جان کاری کے لیے شائع کرایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔

میرے والد صاحب مولوی علیم الدین خان وکیل مرحوم کا انتقال ۱۲ جون ۱۹۶۲ء کو ہوا۔ ان کے بعد میں نے ان کے تمام کاغذات کی پڑتال کی تو اس میں دادا جان ملا نجیب خان صاحب کا ایک قلمی نسخہ جو طبع کیا جا رہا ہے ملا۔ اسی وقت سے اس کو چھپوانے کا ارادہ کیا لیکن بہت عرصہ کے بعد اس کو چھپوایا جا رہا ہے اور برادری کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

شمیم عالم ایڈووکیٹ سابق نائب وزیر

نجیب منزل، مامن روڈ، بلندشہر حال مقیم: ۳۰ سیکٹر، نمبر ۵۵، نوئیڈا-۱، دہلی

نوٹ: (یہ رسالہ موصوف کسی وجہ سے منظر عام پر نہ لاسکے اور اب میں اسکو اس تبصرہ میں شامل کر رہا ہوں موصوف کی اصل تحریر کا عکس میرے پاس موجود ہے۔ زبیر احمد گلزاری، جنوری ۲۰۱۲ء)



محترم ملک سید مرجان حاجی جو پاراچنار سے ہیں اور اس وقت پشاور میں مقیم ہیں جن سے 16/02/13 کو ملاقات پر یہ ثابت ہو گیا کہ ان کا قبیلہ جو حاجی کہلاتا ہے وہی ہے جو جھجھ یا جھوچھ پاک ہند میں کہلاتے ہیں اور عربی النسل قریشی ہیں ان کے بھتیجے کا نام

حاجی مرجان حاجی ہے۔ رابطہ: 0321-90756675



حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری کے سالانہ عرس ۲۰۱۰ء کے موقع پر دو بھائی (کزن) دائیں زبیر احمد گلزاری، بائیں محترم محمد اعظم گلزاری جو موضع مقرب پور کلیر شریف انڈیا سے تشریف لائے تھے۔ آپ اب پھر بارہ شہد! جھوچھ کی زیارت کے لئے پاکستان آرہے تھے۔ ویزا لگوانے دہلی گئے اور ویزا بھی لگ گیا۔ دہلی میں ہی طبیعت ناساز ہوئی اور مقرب پور پہنچ کر مورخہ ۱۳-۲-۲۷ کو دل دورہ پڑنے سے تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ چونکہ بارہ شہید جھوچھ پر حاضری کی وجہ سے سفر کر رہے تھے لہذا وہ شہیدوں کی زیارت کے شوق میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انکو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ امین۔ زبیر احمد گلزاری ۱۳-۱۳-۱



سند و کالت معمولہ درجہ اولیٰ و کالت معمولہ درجہ اولیٰ

500 کے نشان
۵۰۰

۱۹۱۶

مہتمم
رشتہ دارانہ



سند و کالت معمولہ درجہ اولیٰ (معدنیہ عدالت عالیہ سرکار کا)
نشان خلیفہ نظامی (۵۰۰) بابہ شریف
نشان صدر (۸۸۹) نشان صدر
نشان درجہ اولیٰ (۵۰۰) نشان درجہ اولیٰ

الحیث علیہ کمال العالیہ

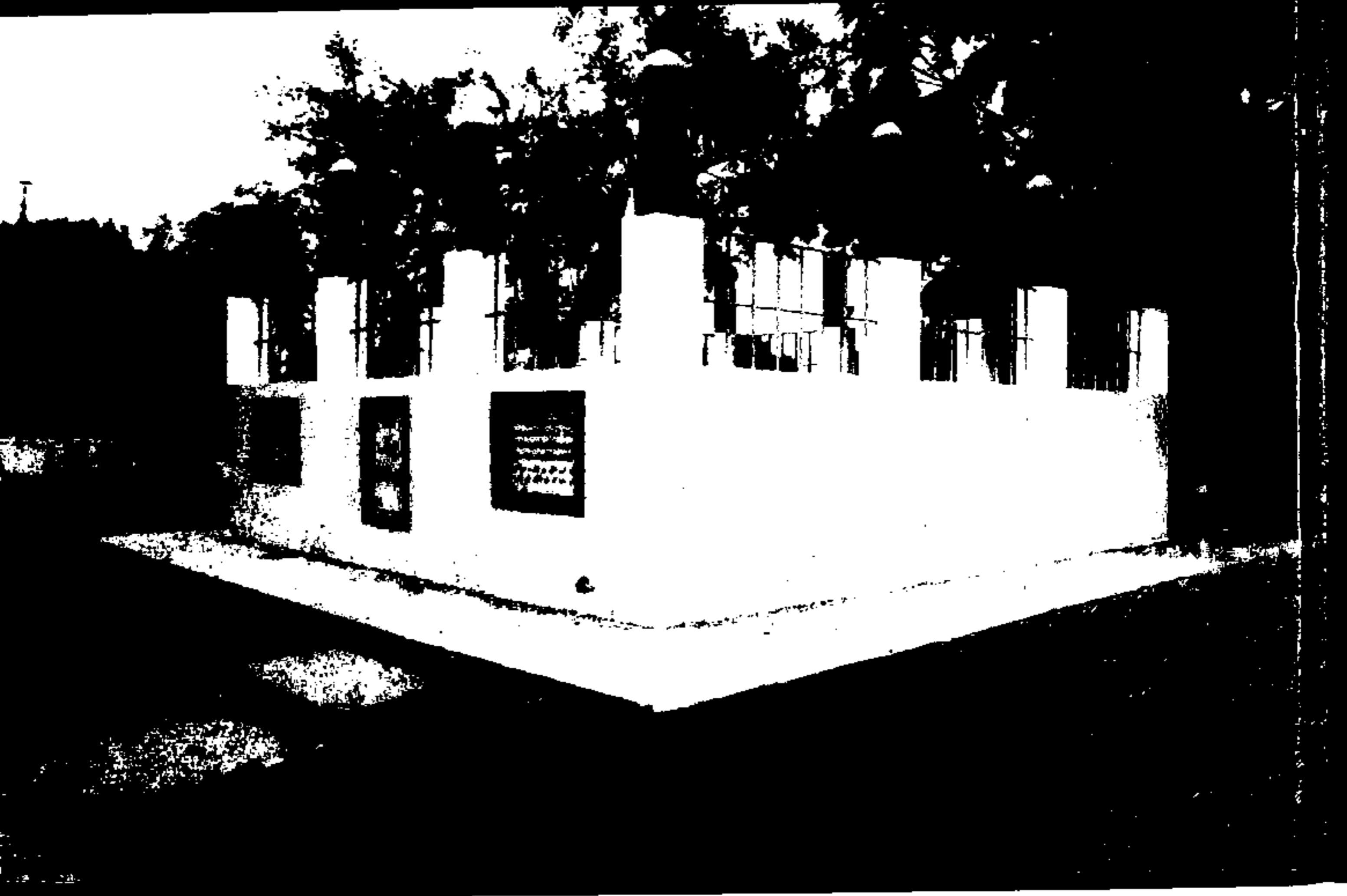
(مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب) ولد (شیخ عبدالرشید صاحب) قوم (شیخ)
پیشہ (وکالت) اسکن (پشاور)
موجب درجہ اولیٰ و کالت معمولہ درجہ اولیٰ کی جاتی ہے اور اس کی
رہ سے تصدیق کی جاتی ہے کہ مشارالہ کیل درجہ اولیٰ ہیں اور وہ اس شہدہ ذریعہ سے موجب
قانون کو رجسٹریشن اور تمام عدالتوں اور محکمہ جات میں پٹری اور کارروائی کر سکیے مجازین
آج تاریخ ۱۲/۱۱/۱۹۱۶ء بمقام شریف بہ نسبت مہرود مستحقہ عدالت عالیہ سرکار عالی پشاور کی
اس کی ایک نقل بغرض اشاعت حریہ اٹھاسقہ سرکار عالی میں ارسال ہے۔

معدنیہ عدالت عالیہ

تسلیم تصدیق دارو کا

زیر احمد گلزاری کے نانا محترم جناب مولوی حافظ عبدالعزیز وکیل درجہ اولیٰ کی سند جو سرکار آصفیہ نظام حیدرآباد وکن سے
۱۹۱۶ء میں جاری ہوئی۔ موصوف کا تعلق موضع افضل گڑھ ضلع بجنور یوپی انڈیا کی جھوٹے برادری سے ہے۔

التحقیق



یادگار بارہ شہدائے جھجھ (جھوجھ) قبیلہ، موضع شہیدانوالہ پرانا نام (موجودہ بھائی کے لال چند) تحصیل دیپال پور ضلع اوکاڑہ، پاکستان

جھجھ قبیلہ عربی النسل ہے۔ اس قبیلے کے بہت سے افراد شہید بھڑانج سالار مسعود خاں (سنہ ۱۷۱۰ء) کے لشکر میں شامل ہوئے۔

ہمراہ جہاد ہند میں شریک ہوئے۔ یادگار ہذا اسی قبیلہ کے بارہ شہداء کی ہے جو سالار مسعود خاں کے لشکر میں شامل تھے اور اس جگہ شہادت کے مرتبے پر آئے۔

لشکر میں شامل تھے اور اس جگہ شہادت کے مرتبے پر آئے۔

تصنیف لطیف

منشی نجیب اللہ خان

مختار وریس: موضع اکبر پور ضلع بلند شہر